ہفت روزہ

# خدام الدین لاہور

بیادگار: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۶ جمادی الثانی ۱۳۸۴ھ
۲۳ اکتوبر ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

# احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

## ممانعت

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِيْ اِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِيْ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ شب کو پانی برس چکا تھا۔ اور اس کی صبح کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں ہم لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے۔ تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو۔ کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے۔ سب نے عرض کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ کہا ہے۔ کہ آج صبح میرے بندوں میں (دو فریق ہو گئے) ایک میرے ساتھ ایمان لے آیا اور ایک نے ساتھ کفر کر دیا۔ سو جس نے یہ کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے پانی برسا تو یہ مجھ پر ایمان لے آیا۔ اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستاروں کی وجہ سے پانی برسا وہ ہمارا منکر ہو گیا۔ اور ستاروں پر ایمان لے آیا (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا فَاِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے۔ تو کفر کا رجوع دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور ہوتا ہے اگر واقعہ ایسا ہی ہوا ہے۔ جیسا کہ اس نے کہا (تو وہ کافر ہوتا ہے)، ورنہ کفر قائل کی طرف لوٹ آتا ہے۔ (بخاری و مسلم نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے)۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔ کہ جس شخص نے کسی آدمی کو کافر یا خدا کے دشمن کہہ کر پکارا کہ وہ ایسا نہیں ہے۔ تو کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا۔ بخاری و مسلم نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو بھی ایماندار ہے۔ وہ طعن و تشنیع کرنے والا نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی لعنت بھیجتا ہے۔ اور نہ ہی بدزبانی اور فحش کلامی کرتا ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ بدزبانی جس چیز میں بھی شامل ہوتی ہے۔ اس کو بدنما بنا دیتی ہے۔ اور حیا جس چیز میں بھی ہوتی ہے۔ اس کو زینت دے دیتی ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے یہ حدیث حسن ہے)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا "المتنطعون" (مبالغہ کرنے والے) ہلاک ہو گئے۔ (مسلم)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بلیغ آدمی کو مبغوض رکھتے ہیں۔ جو اپنی زبان کو اس طرح توڑتا اور مروڑتا ہے۔ جس طرح بیل اپنی زبان کو توڑ کر گھاس کھاتا ہے (اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے [illegible] حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ وَلَا يَقُوْلَنَّ اللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاَعْطِ[نِيْ] فَاِنَّهٗ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهٗ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی دعا مانگے [illegible] پورے یقین کے ساتھ مانگے اور یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو دیدے۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت پر کوئی زبردستی نہیں (بخاری و مسلم)

ف: حدیث بالا میں کلمات دعا میں اس شرط [illegible] کے دو ہی مفہوم نکل سکتے ہیں یا تو متکلم اپنی شان بے نیا[illegible] اظہار چاہتا ہے۔ لہذا وہ انداز استغنا میں سوال کرتا ہے [illegible] مخاطب کی سہولت کی وجہ سے ان الفاظ کا اضافہ کرتا [illegible]

ایڈیٹر:- مناظر حسین نظر

ہفت روزہ — لاہور

# خُدّامُ الدّین

فون نمبر ۶۷۵۴۵

سالانہ چندہ ۱۱ روپے
ششماہی ۶ روپے

جلد ۱۰ | ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۴ء | شمارہ ۲۳

## چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

حضرت شیخ التفسیرؒ کا وہ اعلان قارئین خدام الدین کی یادوں سے محو نہ ہوا ہوگا۔ جو انہوں نے اراکین اسمبلی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ قرآن مجھ سے پڑھ لو پھر جو آئین چاہے بناؤ مسلمان کے لئے اوّلین رہنما قرآن بعد ازاں سنتِ رسول اللہ پھر بالترتیب اجماع علمائے امت قیاس اور اجتہاد ہیں بشرطیکہ فاعل مسلمان ہو نسلی اور اسلامی نام کی نسبت سے نہیں بلکہ عملی اعتبار سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اُس کا فعل خلاف اسلام ہو طرزِ حکومت صدارتی ہو یا پارلیمانی، صدارت اور مقننہ کے انتخابات بالواسطہ ہوں یا بلاواسطہ بنیادی جمہوریتوں کا نظام رہے یا جائے؟ ہمارے نزدیک یہ سب فروعات ہیں۔ اصل چیز تو یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں یا نہیں؟ جو طریق حیات یا طرز حکومت ہم متعین کرتے ہیں اُس کے پس پشت ایمان اور اخلاقِ اسلامی کی قوت موجود ہے یا نہیں، اگر خدانخواستہ ہم میں جذبۂ ایمان مفقود ہے۔ یہ سمجھ لیجئے صورتِ حال کی بہتری ناممکن ہے۔ اور اگر ہم بفضل تعالیٰ مسلمان ہیں تو کسی طرح بھی ہم حکومت کریں کامیابی و نصرت ہماری پیشوائی کرے گی۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمان صرف ایمان و اخلاقِ اسلامی کی دولت سے مالامال تھے اسی لئے انہوں نے صدیوں پرانی تہذیبوں کا نام ونشان مٹا کر اسلامی تہذیب و تمدّن کو جاگزین کر دیا۔ ہم میں خوف خدا چاہئیے درد دل چاہئیے اخوّت باہمی ہو۔ ہمارے افسران صحیح معنوں میں مسلمان ہوں رعایا خود بخود خوشحال ہو جائے گی۔ ڈاکٹر اور انجینیر مسلمان ہوں۔ وکیل اور منصف مسلمان ہوں اہل کار اور کارپردازانِ حکومت مسلمان ہوں، آئین اور افراد کو بدلنے سے پیشتر افراد کے دلوں کو بدلئے اور کوئی بھی آئین اُن کے لئے وضع کر دیں قوت اخلاق و ایمان سلجھاؤ پیدا کر دے گی جو لوگ بجائے دلوں کے حکومت کی جماعتوں کو بدلتے ہیں۔ انہیں کامیابی نصیب نہیں ہوتی ایک جماعت کے بعد دوسری سریر آرائے حکومت ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ قلب و نظر اسلام کے تابع نہیں ہوتا اس لئے عوامی مشکلات حل طلب رہ جاتی ہے ان معروضات کے روشنی میں التماس ہے۔ اُن سے جو منتخب ہونے والے ہیں اور جو انتخاب کرنے والے ہیں۔ کہ افراد کو دیکھیں جماعتوں کے بلند بانگ دعووں کو نہ دیکھیں نیک، نیکی کی عادت سے باز نہیں رہتا اور بد بدی کی عادت سے، یہی ایک طریق ہے۔ جس سے صورت حال میں بہتری پیدا ہو سکتا ہے۔

### حج بیت اللہ

حج ہر متموّل مسلمان پر فرض ہے۔ ہر سال ہزاروں مشتاقانِ زیارت شعائر اللہ قرعہ اندازی کی ناکامی کی وجہ سے مایوس ہوتے ہیں بعض مسلسل کئی سال تک قرعہ اندازی کا انتظار کرتے ہیں۔ اور بعض بیچارے اسی انتظار میں راہیٔ ملکِ عدم ہو جاتے ہیں۔ حکومت سے استدعا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے۔ حج کی نشستوں میں اضافہ کرے اور اخراجات بھی امکانی حد تک کم کرے۔ زرمبادلہ کی قلت تو ہوگی لیکن کار خیر میں بُخل یا بچت نہیں ہونی چاہئے ہماری درآمدی مد میں بے شمار اشیاء ایسی مل سکتی ہیں۔ جن کی بجائے ملکی مصنوعات موجود ہیں لہٰذا وہاں فارن ایکسچینج بچایا جا سکتا ہے۔ ایک بہت بڑے اسلامی ملک کے شایانِ شان یہی ہے۔ کہ یہاں کے مسلمان اس ضمن میں کسی قسم کی دقت محسوس نہ کریں۔

### ثقافت

اخباری اطلاع کے مطابق ۵۶ افراد پر مشتمل ایک ثقافتی وفد مصر سے پاکستان میں آرہا ہے۔ جس وقت آپ یہ سطور پڑھ رہے ہوں گے۔ وہ وفد آ چکا ہوگا۔ اس میں ۲۸ رقاص اور رقاصہ ہیں ایک اسلامی ملک سے دوسرے اسلامی ملک میں علمائے کرام اور مشائخ عظام تو نہ آئے۔ دنیا کے تمام نکتہ ہائے خیال کی جانب سے جو اسلام کو چیلنج درپیش ہے۔ اُس کے لئے تو دونوں ممالک سے اسلامی مفکر۔۔۔ سر جوڑ کر نہ بیٹھے البتہ یہ شرف بھانڈوں مسخروں اور بازیگروں کو ہی حاصل ہے کہ وہ دوسرے اسلامی ممالک میں جا کر اپنا نام پیدا کریں سمجھ نہیں آتی ایک طرف ہم فحاشی اور لہو و لعب ختم کرنے کا تہیہ کرتے ہیں۔ اور تمام دنیا سے اس کی داد چاہتے ہیں اور دوسری طرف ملک ملک سے رقاص منگوا کر نچوا رہے ہیں شائد اسی موقع کے لئے شاعر نے کہا ہے۔

ہم دین خواہی ہم دنیا دوں
ایں خیال است و محال است وجنوں

اسی سلسلہ میں ایک اور بھی گزارش ہے۔ کہ ریڈ کراس کے لئے فراہمی چندہ کی سالانہ مہم شروع ہو رہی ہے اگرچہ اس تحریک کے مقاصد نیک ہیں اور یہاں سے بیماروں کی امداد ہوتی ہے لیکن چونکہ اس تحریک کے محرک مغربی ممالک ہیں لہٰذا اُن کی تقلید میں چندہ کی فراہمی کے لئے بالکل غیر شرعی اور اخلاق سوز طریقے اختیار کئے جاتے ہیں ناچ گانے ہوتے ہیں فلمی نوعیت کے ڈرامے سٹیج کئے جاتے ہیں۔ اور بعد میں لاٹریوں کے ذریعہ انعام کا لالچ ہوتا ہے پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اگرچہ یہاں ایک طبقہ اسی ثقافت کے نام پر کھیل ناٹک رچاتا رہتا ہے پھر اگر یہ کام مخصوص طبقہ کے ہاتھوں یا مخصوص مقامات پر ہوتے رہیں۔ تو کم از کم عوام ان کے مہلک اثرات سے محفوظ رہتے۔ لیکن اگر یہ ڈرامے سکول کے بچوں میں کھیلے جائیں تو ہماری آئندہ نسل پر کیا اثر ہوگا؟ ہم اُن اسلامی اقدار کے نام پر اپیل کرتے ہیں جن کی پاسداری کا ہماری حکومت عہد کر چکی ہے کہ رقص و سرود کو پاکستان میں فراواں نہ کرے۔

### پروگرام

جانشین شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت
مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی
روانگی از لاہور ۲۵ اکتوبر برائے
بھٹیاں و مضافات ——— تحصیل شکرگڑھ
ضلع سیالکوٹ
واپسی ۲۸ اکتوبر
خادم بشیر احمد عفی عنہ

مجلس ذکر، ۷ جمادی الثانی ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۴ء

# ایمان کی تازگی کا نسخہ

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد:-

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اُس نے ہم سب کو مل جُل کر اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت عطا فرمائے آمین

حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کثرت سے لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو۔ کیونکہ یہ جنت کی کنجی ہے اس سے ایمان کو تازگی نصیب ہوتی ہے۔ اولیاء اللہ نے اس حدیث کو اپنی زندگی کا جزو بنایا حضرتؒ نے آسانی کے لئے ایک دن مل جل کر ذکر اللہ کرنے کے لئے رکھا۔ اور روزانہ خود بے شمار تسبیحات اس کلمہ کی پڑھتے اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے۔

حضرتؒ بار بار ایک حدیث کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلایا کرتے تھے کہ اپنے گھروں کو ذکر اللہ سے آباد کرو قبرستان نہ بناؤ گھر میں اللہ کی عبادت اور ذکر کرنے سے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں آپس میں محبت اور الفت پیدا ہوتی ہے حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام سنتیں اور نوافل اپنے حجرہ مبارک میں پڑھ کر صرف فرض نماز کے لئے مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے حضرتؒ بھی رات کو تہجد کی نماز گھر میں پڑھتے اور پھر صبح کی نماز تک ذکر جہر فرماتے اور اونچی آواز سے تلاوت قرآن پاک فرماتے۔

سردیوں میں دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہوتی ہیں انسان سوتے سوتے تھک جاتا ہے سردیوں کی راتوں میں اللہ اللہ کرنے کا بہت وقت مل جاتا ہے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق رات کو جلدی سوئیں اور تہجد کی نماز کے لئے اٹھیں اور ٹھاٹھ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ یاد رکھیں عبادت میں ریا الناس سے بچنا بہت ضروری ہے ریا شرک اصغر ہے جو اعمال کو تباہ کر دیتا ہے رات کی عبادت میں جب کہ لوگ سو رہے ہوں اپنے گھر ذکر اللہ تلاوت قرآن اور اللہ کی بارگاہ میں نماز پڑھنے سے ریا الناس کا خطرہ ختم ہو جاتا ہے۔

حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے تازگی ایمان کے لئے کلمہ طیبہ کا نسخہ فرمایا۔ ہمیں چاہئیے کہ ہم کثرت سے اس کلمہ کو پڑھیں یہی لا الٰہ الا اللہ مومن اور کافر میں امتیاز کرتا ہے مومن اقرار کرتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے اقرار کرتے ہیں۔ کہ کسی کی عبادت نہیں کریں گے مگر تیری تیرے سوا کسی کے آگے نہیں جھکیں گے تیرے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں گے مدد مانگیں گے تو صرف تجھ ہی سے اور راضی کریں گے۔ تو صرف تجھ ہی کو۔ تو جب یہ اقرار کریں تو پھر اللہ تعالیٰ سے پوچھیں گے کہ آپ کن باتوں سے خوش ہوتے ہیں اور کن باتوں سے ناراض ہوتے ہیں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کلمہ کے دوسرے حصے میں فرمایا محمد رسول اللہ اور ہم اسکا اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا طریقہ اپنائیں گے تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں فرماتے اپنے نفس کی خواہش سے آپ جو کچھ دین کے بارے میں فرماتے ہیں وہ سب کچھ اللہ کے حکم اور وحی سے ہوتا ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اُس کے رسول کی۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ آپؐ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اسی طرح کی اور بے شمار آیات قرآن مجید میں ہیں ان سب کا مفہوم یہ ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے آپؐ کے نقش قدم پر چل کر اپنی زندگی گزارنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے فقط حضورؐ کی اتباع اور پیروی ہی سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔ ہم سب پر ماننا فرض ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ تعالیٰ کے معتمد ہیں اور اُن ہی کی زندگی کو اپنانے سے نجات کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے آج ہمارے پاس حضورؐ کا زندہ معجزہ قرآن مجید اور اُس کی شرح حدیث محفوظ ہے آج کسی مذہب کے پاس اُس کے رہنما اور نبیؐ کی زندگی محفوظ نہیں۔ فقط مسلمانوں کو یہ فخر ہے۔ کہ اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کے آخری رسولؐ کی ساری زندگی محفوظ ہے جو کہ مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے حضورؐ کا ہر قول اور ہر فعل احادیث مبارکہ میں محفوظ ہے۔

دنیا میں کسی مذہبی کتاب کا کوئی حافظ نہیں لیکن قرآن مجید کے حافظ ہر جگہ آپ کو نظر آئیں گے۔ اگر آج کتابی شکل میں قرآن مجید ختم کر دیا جائے۔ اور پریس میں قرآن مجید چھپنا بند ہو جائے۔ تو یہ ظاہری پریس بند ہو سکتے ہیں۔ لیکن دل و دماغ کے پریس میں یہ برابر چھپتا رہے گا وہاں کی چھپائی دنیا کی کوئی طاقت بند نہیں کر سکتی۔

دنیا میں کوئی انسان غیر ملکی زبان میں کسی کتاب کو یاد نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ قرآن مجید ہی کا معجزہ اور اسلام کی صداقت ہے۔ کہ ہر زبان جاننے والے اس قرآن کے حافظ ہیں۔ چاہے وہ سندھی ہوں پنجابی ہوں بنگالی ہوں۔ ایرانی ہوں۔ روسی ہوں یا ہندوستانی ہوں۔

حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا منشا یہ تھا کہ حضورؐ دنیا سے غیر اللہ کا حکم اور قانون ختم کر کے صرف اللہ تعالیٰ کا قانون جاری کریں۔ اسی کے حکم کی نشر و اشاعت کی جائے۔ یہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں سبق پڑھایا جاتا ہے کہ دنیا میں قانون ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کا۔ خوف اور ڈر ہے۔ تو صرف اُسی کا جھکیں گے تو صرف اُسی کے آگے نام لیں گے تو صرف اُسی کا تعلق رکھیں گے تو صرف اُسی سے دوستی و دشمنی ہوگی تو صرف اُسی کی رضا کے لئے۔

محترم حضرات! لا الٰہ الا اللہ ہی اسلام کی بنیاد اور ہمارا ایمان اور اعتقاد ہے۔ سارا اسلام اس میں آجاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ کہ مجھے ایسا حکم بتائیں جس سے آپ کی رضا حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو حضرت موسیٰؑ نے عرض کی اے باری تعالیٰ میں کوئی مخصوص چیز چاہتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اگر ترازو کے ایک پلڑہ میں لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پلڑے میں ساری کائنات اور جو کچھ اس میں ہے۔ رکھ دی جائے۔ تو کلمہ والا پلڑہ بھاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کلمہ طیبہ کو کثرت سے پڑھنے اور نیک اعمال کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ کیوں کہ یہی ایمان کی تازگی کا نسخہ ہے۔

خطبۂ جمعہ ۹ رجمادی الثانی ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۶ر اکتوبر ۱۹۶۴ء

# انسان کیلئے لازم ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے اور ہر گوشے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔ امّا بعد۔ فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o

ترجمہ۔ آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

## حاشیہ شیخ الاسلامؒ

یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالکِ حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اُس کو اتباعِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے۔ سب کھرا کھوٹا معلوم معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص جس قدر حبیبِ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلتا اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ بناتا ہے اُسی قدر سمجھنا چاہئے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے اور جتنا اس دعوے میں سچا ہو گا۔ اتنا ہی حضورؐ کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالٰے اُس سے محبت کرنے لگے گا۔ اور اللہ کی محبت اور حضورؐ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہوں گی۔

بزرگانِ محترم!

اس آیت کریمہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اگر یہ دیکھنا ہو کہ کون اپنے مالکِ حقیقی سے محبت کرتا ہے تو اُسے اطاعتِ محمدیؐ کی کسوٹی پہ کس کر دیکھ لینا چاہئے۔ جس قدر کوئی شخص حبیبِ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پہ چلتا ہو گا۔ اُن کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ سمجھتا ہو گا۔ اور ان کی پیروی کرتا ہو گا اُسی قدر اُس کا ایمان بھی مکمل ہو گا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا پھل یہ ملیگا کہ اللہ تعالٰے اس سے محبت کرنے لگے گا۔ حضورؐ کے اتباع کی برکت سے اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور آئندہ اللہ تعالٰی کی مہربانی اور خاص توجہ کا مستحق ہو گا۔ گویا محبت خداوندی حضورؐ کی پیروی کے بغیر ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

## ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

والذی نفس محمد بیدہٖ لا یومن احدکم حتّٰی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔

ترجمہ:۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے تم میں کا کوئی شخص صاحب ایمان نہیں بن سکتا جب تک کہ اُس کی کل خواہشات میرے لائے ہوئے طریقہ (سنت) کے تابع نہ ہو جائیں۔

## دائمی سعادت کی کنجی

عارفِ کامل سید احمد کبیر رفاعی قدس اللہ تعالٰے سرہ الاقدس فرماتے ہیں:۔

مَیں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ تمام افعال جو آپؐ نے کئے ہیں اور جن سے آپؐ رُکے ہیں، اسی طرح آپؐ کی وضع قطع اور سنتوں کا۔ یعنی کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، بولنے سب میں اتباع کیا جائے تاکہ تم کو اتباعِ کامل نصیب ہو جائے۔ ہم کو ایک بزرگ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے عمر بھر خربوزہ نہیں کھایا کیونکہ اُن کو کسی حدیث سے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طرح کھایا ہے اسی طرح ایک بزرگ نے بھولے سے موزہ کو بائیں پیر میں پہننا شروع کر دیا۔ تو اس خلافِ سنت حرکت کے کفارہ میں ایک بوری گندم کی خیرات کی۔ (البرہان المؤید)

## عبادات و عادات

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ عبادات اور عادات۔

عبادات میں نماز، روزہ، حج، جہاد، ذکر اذکار وغیرہ شامل ہیں۔ عادات میں کھانا پینا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، دوستوں کے ساتھ میل جول ملاقات، دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریقے، ہمسایوں اور عزیزوں کے ساتھ سلوک اور مدارات، وضع قطع وغیرہ۔ یہ سب چیزیں عادات میں شامل ہیں۔

## شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

اس سلسلے میں فرماتے ہیں "خبردار! یہ بات ہرگز نہ کہنا کہ چونکہ یہ امور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات سے متعلق ہیں عبادات سے متعلق نہیں اس لئے ان کو چھوڑ دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع جس طرح عبادات میں ضروری ہے اسی طرح عادات میں آپؐ کی تابعداری لازم ہے۔

یاد رکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سنتوں (یعنی عادات) کو چھوڑنا سعادت کے دروازوں میں سے بہت بڑے دروازے کو بند کر دے گا — رہ گئیں عبادات، تو ان کے بارے

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرنے کے لئے کوئی عذر میرے خیال میں ہو ہی نہیں سکتا۔ بجز اس کے کہ عذر کرنے والے کے دل پر کفر چھایا ہوا ہو یا وہ پورا احمق ہو۔

## یقین جانئے

اگر تجربہ کیا جائے تو روئے زمین پر کوئی بھی عاقل جسے برے بھلے کی کچھ تمیز ہے ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں یہ اعتقاد اور دماغ میں اس بات کا یقین نہ ہو کہ عبادت کی جو صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہے اور عادات کی جو سنت آپ نے اختیار فرمائی ہے وہی پسندیدہ، بہتر اور کامل حالت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اور مخلوق کے نزدیک بھی ـــ اور یہی وہ آداب ہیں جو خالق کے نزدیک مقبول اور مخلوق کے نزدیک محبوب ہیں۔ دل کو اطمینان اور نفس کو سکون ان ہی سے ہوتا ہے۔

## اصل سعادت مندی

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کی اصل سعادت مندی یہی ہے کہ وہ اپنی تمام حرکات و سکنات میں اور چال ڈھال میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور آپ کے طریقے کا اتباع کرے اور اس کا طرزِ زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ ہو۔ پس جن لوگوں نے صدقِ دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر خدا تسلیم کیا ہے اور

## ایمان والے

ہیں۔ ان لوگوں پر لازم ہے کہ اپنی عبادات میں بھی اور عادات میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح اقتداء و اتباع کیا کریں جس طرح مقتدی نماز میں اپنے امام کی اقتداء کرتا ہے۔ ظاہر ہے جب کسی کو امام تسلیم کر لیا اور اس کے پیچھے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہو گیا تو اب یہ کہاں درست ہے کہ اپنی مرضی کا قیام کرے اور اپنی مرضی کا رکوع یا اپنی مرضی سے قعدہ کرے اور اپنی مرضی سے سلام پھیرے۔ اس حالت میں اپنی مرضیات کو امام کی مرضیات میں گم کر دینے اور فناء کر دینے کا نام اقتداء ہے۔ لیکن یاد رکھئے! امام صلوٰۃ کی اقتداء صرف نماز پڑھنے تک محدود ہے۔ اور باقی اوقات میں مقتدی آزاد ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابد الآباد تک کے لئے امام الامت اور امام الشریعۃ ہیں۔

## لہٰذا

آپ کی اقتداء و اتباع کا یہ مطلب ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں، صورت میں، سیرت میں، اخلاق میں، عادات میں، عبادات میں، موت و حیات کے رسم و رواج میں، غرضیکہ زندگی کے ہر نشیب و فراز میں اپنی پسند اور ناپسند کو امام الامت و امام الشریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسند اور ناپسند میں فناء اور گم کر دے یعنی جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہو وہی آپ کے امتی کو پسند ہو۔ اور جو آپ کو ناپسند ہو وہ امتی کو بھی ناپسند ہو۔ یہاں ایک بات اور سوچنے کے قابل ہے کہ جب نماز امام کی اقتداء و اتباع کے بغیر درست نہیں۔ تو اسلام بغیر امام الاسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع و اقتداء کے کیسے درست ہو سکتا ہے؟

## حق تعالیٰ شانہٗ

کا فرمان واجب الاذعان ہے:
وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (حشر)

ترجمہ:- اور پیغمبر جو کچھ بھی تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

اس فرمان واجب الاذعان میں حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ قید نہیں لگائی کہ عبادتوں میں تو پیغمبر اور امام الاسلام کا اتباع و اقتداء کرو اور عادات و اخلاق میں ان کا اتباع و اقتداء نہ کرو۔ بلکہ درحقیقت آیت کی عمومیت تقاضا کرتی ہے کہ جس طرح عبادتوں میں سید الانبیاء والرسل اور امام الاسلام کی اقتداء و اتباع نہایت ضروری ہے اسی طرح عادات میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع انتہائی ضروری اور رحمتِ الٰہی کے خزانوں کی کنجی ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے زندگی کے ہر شعبے اور ہر گوشے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی اہمیت کو سمجھ کر سنت کی شاہراہ پر مضبوطی اور ہمت کے ساتھ چلنا اختیار کیا اور بدعات کی پگڈنڈیوں سے راہ فرار اختیار کیا۔ اور منحوس و بدبخت اور نامراد ہیں وہ لوگ جنہوں نے حضرت امام الامت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ و سنت کو چھوڑ کر غیر مسلموں کے عادات و اطوار اور طریقوں کو پسند کیا۔

## صبر اور استقامت

رسول کریم صلی اللہ علیہ نے پیغام ربانی کو جب لوگوں کے سامنے پیش کیا تو ہر طرف سے دشمنی اور عداوت کے مظاہرے ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ صبر اور استقامت سے دعوت حق کو پہنچاتے جائیں۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا

(اے پیغمبر) آپ اپنے پروردگار کے فیصلہ پر ثابت قدم رہئے۔ اس لئے کہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

مصائب اور مشکلات میں ثابت قدم رہنا اور توکل و تبتل کے ساتھ صراط مستقیم پر گامزن رہنا بہت بڑا صبر ہے۔ سیدنا ایوب علیہ السلام مالی و جانی آزمائش و ابتلا میں تسلیم و رضا کا نمونہ بنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ انا وجدنٰه صابرا نعم العبد انه اواب ۵ (ہم نے انہیں صابر پایا ہے۔ اچھے بندے اپنے مولا کی طرف رجوع کرنے والے تھے)

مقام تسلیم و رضا یہ ہے کہ بندہ مومن آسودگی اور راحت میں ہی نہیں بلکہ مصیبت اور تکلیف میں بھی اپنے مولا کی طرف جھکنے والا ہے۔ یہی بات سیدنا ایوب علیہ السلام کی زندگی میں نظر آتی ہے۔

اسی طرح اچھے مومن کے اخلاق کو قرآن مجید نے بلند اور پاکیزہ بنایا اور اسے یہ سکھایا کہ برائی کا جواب بھلائی سے دینا کمال صبر ہے۔

مشتاق حسین صاحب بخاری

# عبادت اور دنیا کا تعلق

"عبادت" لفظ 'عبد' سے متعلق ہے، لغوی معنی 'بندگی' کے ہیں اور جب لفظ بندگی کہا جائے تو 'مالک' اور 'آقا' کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ آقائے حقیقی خداوند تعالےٰ کی ذات ہے جس ہستی کو دنیا کا ہر ذی روح تسلیم کرتا ہو انسان احسن الخلق ہونے کی حیثیت میں نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ مختلف طرائق سے مشاہدہ بھی کرتا ہے۔ چونکہ خالق کائنات نے اپنا وجودِ پاک مخلوق کی ظاہری بینائی سے مخفی رکھا ہے۔ اس لیے بعض کور باطن اُسی کی دی ہوئی عقل و دانش کا غلط استعمال کر کے اُس ہستی سے انکار بھی کر بیٹھتے ہیں لیکن ان کے شعور میں اس کا تجسس موجود ہوتا ہے۔ اُس کا فکر ضد اور ہٹ دھرمی سے نہ مانے تو نہ مانے لیکن زندگی میں بارہا اس کی عظمتوں، رحمتوں بخششوں اور ساتھ ساتھ قہاریت و جباریت کا بھی قائل ہو جاتا ہو، روس کے دہریے ہوں یا تبت اور چین کے بدھ اگر اقرار باللسان نہ بھی کریں لیکن تصدیق بالقلب ضرور کرتے ہوں۔

یہ سب لوگ سمجھتے ہیں کہ انسان اس دنیا کا بادشاہ ہے یہاں کی مادی و ہوائی چیز انسان کے تصرّف میں ہے دنیا میں انسان دنیا کے مالک کا خلیفہ ہے نائب ہے۔ اس بناء پہ اسے نظام کائنات بھی کمال احسن طریقہ سے چلانا ہے۔ اور اپنے خالق کی طرف سے عائد کردہ فرائض کو بھی نبھانا ہے۔ اسی لئے عبادت اور دنیا کا تعلق کچھ لازم و ملزوم ہے خدا تعالےٰ اپنے رسول اور پیغمبر ڈیڑھ ہزار سال قبل تک محض اسی لئے بھیجتا رہا کہ وہ عبادت اور دنیا کے تعلق سے متعلق لوگوں کی رہنمائی کریں انسان صرف یاد اللہ کی خدمت کو بجا لانے کے لئے نہیں آیا اور نہ ہی انسان کی خلقت کا واحد مقصد یہ ہے کہ وہ سراسر دنیا میں مبتلا ہو جائیں۔ قرآن پاک میں جو منشائے ایزدی ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اس عبادت کا مطلب عبدیت ہے دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ رہبانیت نہیں۔ کیونکہ اگر یکساں رہبانیت آجاتی ہے تو اللہ تعالےٰ کی نیابت کا حق ادا نہیں ہوتا۔ رہبانیت میں جمود ہے، ارتقا نہیں۔ حالانکہ خالق کو اسی انسان کی وساطت سے نظام کائنات کو بھی برقرار رکھنا ہے۔ عبادت اور دنیا داری کا امتزاج ہونا چاہیئے اس امتزاج کو حکماء نے کتنی جامعیت سے بیان کیا ہے یعنی خالق راضی بہ عبادت اور مخلوق راضی بہ خدمت۔ بس اسی جملہ میں انسان کا لائحہ عمل مرتب ہو جاتا ہے۔

انسان خود ساختہ طریقہ سے اگر عبادت کرتا ہے تو اس میں نہ دنیا کا فائدہ ہے نہ دین کا۔ بُت پرستی انسان کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی۔ آتش پرستی بھی انسان کی اپنی اختراع ہے۔ اور یہ بھی بالکل فضول ہے البتہ جو فائدہ خداوند تعالےٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ انسان کو بتایا اس میں عبادت سے دنیاوی تعلق کو پوری طرح ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ دنیا کے مشہور سچے مذاہب یہودیت، نصرانیت اور اسلام ہیں۔ ان میں بنیادی امور مشترک تھے جیسے توحید اور رسالت۔ ان مذاہب میں سب سے آخری اور مکمل مذہب اسلام ہے۔ پیغمبروں کی سیرت اور اللہ کی کتب محفوظ نہ ہونے کی وجہ سے سوائے اسلام کے کسی مذہب کے اوامر و نواہی محفوظ نہ رہ سکے۔ لیکن اسلام کا معاملہ دیگر ہے۔ یہاں اللہ تعالےٰ نے چونکہ سلسلۂ نبوّت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے اس لئے اس مذہب کا قیامت تک اصلی اور عملی صورت میں برقرار رہنا لازمی ہے۔ اسلام میں عبادات دو طرح کی ہیں۔ بدنی اور مالی، دونوں ہی کا تعلق دنیا سے بخوبی ہے۔ بدنی عبادت میں نماز اور روزہ میں یہاں مال جو انسان کے نزدیک دنیا کا ماحصل ہے۔ خرچ نہیں کرنا پڑتا بلکہ بدن کو تیار کرنا پڑتا ہے۔ نماز کے خشوع و خضوع کا طریقہ اس کے الفاظ رکوع و سجدہ ریزی امام کی اطاعت، غرض ہر ہر فرض کچھ اس طریقہ سے متعیّن کیا گیا ہے کہ اگر صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے تو مسلمان بندگی کا نمونہ بن جاتا ہے۔ انسان میں کبر و غرور، خود پسندی، سرداری مفقود ہو جاتی ہے۔ نماز انسان کے کاروبارِ دنیا کو باقاعدہ کر دیتی ہے صحیح معنوں میں نمازی، فرض شناس، پابند وقت، حق گو اور راست باز دنیا دار ہوتا ہے۔ اسی طرح روزہ جسمانی تزکیہ ہے۔ روزہ سے بھوکے کی بھوک کا احساس ہوتا ہے۔ روزہ کے مفہوم کو سمجھ کر روزہ دار ایک مثالی دنیا دار بن جاتا ہے۔ دوسرے احکام زکوٰۃ اور حج اور جہاد ظاہریت کے اعتبار سے بھی اور بباطن بھی بہترین تعلقات دنیا کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امارت اور افلاس اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے صحت اور سالمیت منشائے ایزدی میں ہوتے ہیں۔ لیکن جس طرح خرابیٔ صحت کا علاج طب جسمانی میں ہے اسی طرح افلاسِ مال کا علاج اہل ثروت کے پاس ہے جو بذریعہ مال ناداروں کو غنی بنا سکتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ اگر عبادت زکوٰۃ کماحقہٗ طریقہ سے کی جائے تو سب محتاجوں کی دنیا سنور سکتی ہے۔

آج جو معاشرہ میں ضروریات کے بلحاظ انسانوں میں عدم تعاون ہے اس کی وجہ اس ضروری اور فرض عبادت کی عدم ادائیگی ہے۔ ہم اس مسئلہ کو دنیاوی طور پہ حل کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ طریقہ یعنی مالی اور جائیدادی ٹیکس وغیرہ انسان کے اپنے تیار کردہ طریقہ ہائے کار ہیں۔ اس لئے معاشی مساوات کا حل نہیں پیش کر سکتے۔ اگر مالدار عبادت سمجھ کر پائی پائی زکوٰۃ ادا کریں اور انفرادی یا اجتماعی طور پر زکوٰۃ کا مصرف درست ہو تو معاشی ناہمواریاں دنوں میں درست

ہو جائیں اور بقول شخصے۔ اغنیاً روپوں کی تھیلیاں لے کر گلی کوچوں کا طواف کریں۔ لیکن وصولی کرنے والا کوئی نہ ہو۔ کوئی بھوکا نہ سوئے، کوئی ننگا نہ رہے، کوئی علاج کو نہ ترسے اور کوئی علم و فن اور ہنرمندی کے لئے روپیہ پیسہ کا محتاج نہ ہو۔ زیارت خانہ کعبہ اور روضۂ رسولؐ بھی بشرطِ استطاعت فریضہ میں داخل ہے۔ یہاں بدنی او مالی عبادت گزاری کا حسین امتزاج ہے۔ دنیا میں فرقہ بندی، مذہبی گروہ اور ما بین المسلمین نظریاتی تصادم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر روحِ حج پر غور کر لیا جائے۔ مسلمان صحرائے عرب سے اٹھا اور نوائے توحید لے کر کائنات کے طول و عرض میں پھیل گیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمٹ سمٹا کر سال میں ایک مرتبہ لازمی طور پر مرکز اسلام میں یکجا ہو جائیں اور اس طرح یک جا ہوں کہ صرف اسلام رہ جائے اور سب تفاوت ختم ہو جائے۔ ایک لباس، ایک عبادت، ایک خوراک جتنے کہ روح و قلب کی یکسانیت بھی ہو۔ اس عبادت کا دنیا سے دور رس تعلق ہے۔ سال میں مسلمان ایک مرتبہ کسی بھاری بھرکم شخصیت کی دعوت پر نہیں کسی مؤتمر یا بین الاقوامی ادارے کے بلاوے پر نہیں بلکہ فقط اللہ کی پکار کو لبیک کہتے ہیں اور ثابت کر دیتے ہیں کہ انسان فقط اللہ ہی کا پرستار ہے اور اسی کے نظام کا داعی ہے۔ مسلمان کو موقع دیا جاتا ہے کہ گذشتہ سال کے واقعات پر غور کر کے آئندہ سال کے لئے اپنے پروگرام مقرر کرلے بین الاسلامی اختلافات دور ہو جائیں اللہ کے گھر میں بیٹھ کر یا مسجد نبویؐ کے ستونوں کے سایہ تلے جمع ہو کر تمام سیاسی تدابیر سوچے۔ اپنی کہے اور بھائیوں کی سنے۔ مشورہ اور اصلاح کرے۔ غریب اور پس ماندہ اسلامی ممالک کی بہبود کا سوچا جائے۔ ملوکیت اور استعمار کے بوجھ میں دبے ہوئے محکوم مسلمانوں کے مظالم پر غور کیا جائے۔ مختصراً یہ کہ فریضہ کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ جملہ دنیاوی امور پر غور کر لیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ مالِ تجارت کا بھی آپس میں تبادلہ ہو سکتا ہے۔ بصرہ کی کھجوریں، انڈونیشیا اور ملائیشیا پہنچیں۔ پاکستان کا سامان مصر جائے۔ اور مصر کا افغانستان۔ اسلامی دولتِ مشترکہ بھی یہیں ہو۔ اور اسلامستان کے خوابوں کی تعبیر بھی یہیں سوچی جائے اس سے زیادہ اہم عبادت اور دنیا کا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟

جہاد بھی انسان کے فرائض میں سے ہے۔ جہاد کی مختصر تشریح اللہ کے باغیوں کی سرکوبی ہے۔ جب استاد اپنے شاگرد پر زبانی حجت تمام کر دیتا ہے تو ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس کائنات پر اسی کو تصرف کا حق حاصل ہے جو خالقِ کائنات کا حقیقی معنوں میں مطیع اور فرمانبردار ہے۔ کوئی دوسرا حکومت کی زندگی تو بسر کرنے کا حق رکھتا ہے لیکن خلق اللہ کی رہنمائی اور قیادت کا حق اسی کو پہنچتا ہے جو اللہ کے احکامات کو دل و زبان سے مانے اور ان پر عمل کرے۔ اللہ کے مُلک اور مِلک و مخلوق کو باغیوں سے نجات دلانا بہت بڑی عبادت ہے۔ اور اس عبادت کا براہ راست دنیاداری سے تعلق ہے۔ فوج کشی سرحدیں وسیع کرنے کے لیے نہ ہو اور نہ تجارتی منڈیاں قائم کرنے کے لیے، اللہ کی راہ میں تلوار تبھی اٹھائی جاتی جب کہ شرک و کفر نے مخلوق کو گمراہ کر رکھا ہو۔ نیکی حاصل کرنے کے تمام ذرائع و وسائل مسدود ہوں تو مسلمان اللہ کا نام لے کر خالق اور مخلوق کے دشمنوں کو میدان میں للکارے یا تو برائی کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دے یا اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی پابندی کرتے ہوئے خود اس راستہ میں کام آ جاتے۔ یہ کام وہی انسان کر سکتا ہے جو صحیح معنوں میں مسلمان ہو۔ فقط کسی مسجد یا خانقاہ کے تاریک گوشہ میں بیٹھ کر صرف تسبیح کے دانے گننے سے یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ یہ کام وہی کر سکتا ہے جو برائی کو ہاتھ سے مٹانے کا عزم بالجزم رکھتا ہو اور فقط دل سے بُرا ماننے پر اکتفا نہ کرتا ہو۔

القصہ کوئی بھی اسلامی حکم لیجئے امر و نواہی کی تمام فہرس کو دیکھ ڈالئے ہر حکم میں عبادت اور ہر عبادت میں کامیاب دنیوی اصول کے مضامین بند ہوں گے۔ اگر تزکیۂ نفس ہے تو وہ دنیاوی بہبود سے خالی نہیں اور اگر طہارتِ مال ہے تو عام الناس کے فائدہ کیلئے، اللہ اور رسولؐ کے فرامین اپنے اندر ہر طرح کی خوبیاں رکھتے ہیں۔ حقوق اللہ و حقوق العباد کی نگہداری ان فرامین کی بجا آوری ہی میں پنہاں ہے۔

# جواہر پارے

مرتبہ: آزاد قاسمی ٹونکی (علی گڑھ)

- تین چیزوں کو مشعل راہ بناؤ۔ خدا کی یاد، ذوقِ عمل، یقین محکم۔
- خودداری انسانیت کا دوسرا نام ہے
- خدا سے تمہیں محبت ہے تو اس کی مخلوق سے بھی محبت کرو۔
- فضول کاموں میں مشغول رہنا حق تعالیٰ سے روگردانی کی علامت ہے
- تین چیزوں پر اعتماد نہ کرو حسن، دولت اور خوشی۔
- اپنے بڑوں کی عزت کرو چھوٹے تمہاری عزت کریں گے۔
- بوڑھوں کا مشورہ جوانوں کے جوش سے بہتر ہے۔
- دل کی موت انسانیت کی موت ہے دل زندہ سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔
- وقت دولت پیدا کر سکتا ہے لیکن دولت وقت پیدا نہیں کر سکتی۔
- خدا اور موت سے زیادہ یقینی کوئی چیز نہیں۔
- حقیقی مسرت اور سکون دولت میں نہیں استغنار اور قناعت میں ہے۔
- عقل اور علم آدمی کو ارسطو اور سقراط تو بنا سکتے ہیں لیکن حقیقی بزرگی کا مدار عمل اور یقین پر ہے۔
- محنت سونے کی کنجی ہے جو دولت کے دروازے کھول دیتی ہے۔
- عارضی خوبی اور بیکار تعریف تانبے پر قلعی کے مصداق ہے۔

# اولیائے کرام کی سیرت

★ غلام حسین

## خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی مسعود اور لقب فریدالدین تھا۔ مگر عام طور پر "گنج شکر" کے نام سے مشہور تھے۔ گنج شکر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس زمانہ میں حضرت فریدالدین اپنے مرشد خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تربیت پا رہے تھے تو ایک بار انہوں نے سات دن تک متواتر روزے رکھے۔ ایک دن افطار کے وقت اپنے حجرے سے غزنی دروازے سے نکل کر خواجہ بختیار کاکیؒ کے پاس جا رہے تھے تو راستے میں ایک جگہ کیچڑ میں پاؤں پھسل گیا۔ زمین پر گر پڑے۔ کیچڑ منہ میں بھی چلا گیا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ شکر بن گیا۔ جب مرشد کی خدمت میں پہنچ کر یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مٹی تمہارے منہ میں جا کر شکر بن گئی ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سارے وجود کو شکر بنا دے گا اور تم ہمیشہ شیریں رہوگے۔ اس کے بعد گنج شکر کے نام سے مشہور ہوگئے۔ اسی طرح ایک اور موقعہ پر افطاری کے لیے آپ کو کوئی چیز نہ ملی تو آپ نے سنگریزے منہ میں رکھ لیے۔ یہ سنگریزے بھی شکر ہوگئے۔ جب یہ خبر خواجہ بختیار کاکیؒ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ فرید "گنج شکر" ہے۔

حضرت شیخ فریدالدینؒ کی ولادت مسعود ضلع ملتان کے ایک قصبہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اسی قصبہ میں حاصل کرنے کے بعد ملتان آگئے اور حضرت بختیار کاکیؒ کے ہاتھ پر بیعت کرکے ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ بختیار کاکیؒ جب دہلی چلے گئے تو شیخ فرید صاحب ہندوستان سے نکل کر قندھار، بغداد اور بدخشان وغیرہ میں علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جب دوبارہ دہلی میں اپنے مرشد کے پاس واپس آئے تو خلافت کی دستار آپ کے سر پر رکھ دی گئی۔

حضرت شیخ فریدالدینؒ نے راہ سلوک کے طے کرنے میں بڑی بڑی مشقتیں اُٹھائیں۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ آپ بیس سال تک عالم تفکر میں کھڑے رہے، مطلق نہ بیٹھے۔ آپ کے پاؤں سُوج گئے تھے اور ان سے خون بہتا تھا۔ اس عرصہ میں آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے کچھ کھایا بھی تھا یا نہیں۔ ایک دفعہ کسی نے آپ سے غیاث الدین بلبن کے پاس کچھ سفارش کرنے کی درخواست کی تو آپ نے انکار کر دیا۔ لیکن جب اس نے مجبور کیا تو آپ نے غیاث الدین بلبن کو لکھا کہ "میں اس شخص کا معاملہ اللہ تعالےٰ اور اس کے بعد آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اس کو کچھ دے دیں تو حقیقی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور آپ مشکور ہوں گے۔ اور اگر آپ نہ دیں تو اس کا مانع اللہ تعالیٰ ہوگا اور آپ معذور ہوں گے"۔ اللہ والے ہر حالت میں معطی اور مانع صرف اللہ تعالیٰ کو ہی خیال کرتے ہیں۔ وہ اسباب کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں۔ اسباب حق تعالیٰ کے ماتحت ہیں جس طرح چاہے ان سے تصرف کرلے۔

درویش کی صفات کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ:

۱۔ درویش کو چاہیئے کہ کانوں کو بہرہ کر لے کہ جو باتیں سُننے کے لائق نہ ہوں ان کو نہ سُن سکے۔

۲۔ زبان کو گونگا کرے کہ جو باتیں کہنے کے لائق نہ ہوں ان کو نہ کہہ سکے۔

۳۔ اپنی آنکھوں کو بند کرلے تاکہ خدا کے بندوں کے عیب نہ دیکھ سکے۔

۴۔ پاؤں کو لنگڑا رکھے تاکہ جب اس کا نفس کسی غیر ضروری یا ناجائز کام کی طرف لے جانا چاہے، تو وہ نہ جا سکے۔

جو درویش اس دنیا کی عزت کا خواہشگار ہو تو وہ درویش نہیں ہو سکتا۔ درویش کے لیے ضروری ہے کہ دنیا سے ہاتھ اٹھالے، اور آخرت کی طلب کو مدنظر رکھے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہر شعبہ حیات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی رعائت رکھے۔

راہ عشق میں آپ نے محبت کے سات سو مقامات بتائے ہیں جن میں سے پہلا مقام یہ ہے کہ معشوق کی طرف سے جو بلا بھی نازل ہو اس کو صبر و سکون کے ساتھ عاشق برداشت کرے اور عاشق کے تمام اعضاء محبت معشوق میں مستغرق رہیں۔ اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھے اور اپنے کانوں سے اس کی باتیں سُنے۔ اپنے ہاتھ پاؤں کو صرف معشوق کے لیے حرکت دے اور اپنی زبان سے صرف اسی کا ذکر کرے۔ عاشق صادق وہی ہے جو ہر لحہ معشوق کے ذکر یعنی ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ عشق کی تکمیل صرف ذکر یعنی عبادت الٰہی سے ہوتی ہے۔

آپ کا ایک اور ارشاد ہے کہ راہ سلوک میں بندہ صادق وہی ہے جو رزق حاصل کرنے کے لیے پریشان خاطر نہ ہوتا ہو۔ اگر وہ اس کے لیے پریشان رہتا ہے تو بددین اور بددیانت ہے۔ کیونکہ رزق جو روز ازل سے لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اور جس رزق کا حق تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔

راہ سلوک میں توبہ ایک اہم چیز ہے۔ آپ نے اس کی سات قسمیں بتائی ہیں:

۱۔ توبۂ دل: حسد، ریاء، لہو و لعب اور تمام نفسانی لذات اور شہوات سے صدق دل سے باز آنا۔ اس سے دل کی آلائش دُور ہو جاتی ہے جس کے بعد بندہ اور مولا کے درمیان حجابات اُٹھ جاتے ہیں۔

۲۔ توبۂ زبان: ناشائستہ، بے ہودہ اور ناروا کلمات زبان پر نہ لانا اور زبان کو صرف اللہ کے ذکر اور کلام پاک کی تلاوت کے لیے وقف کر دینا۔ زبان کی توبہ کے بغیر صرف دل کی توبہ سے انوار عشق کی تجلّی نہیں دیکھی جا سکتی۔

۳۔ توبۂ چشم: حرام چیز کا نہ دیکھنا، کسی کا عیب نہ دیکھنا، ظلم ہوتے ہوئے نہ دیکھنا۔

۴۔ توبۂ گوش: ذکر خدا کے سوا کوئی اور چیز نہ سُننا

۵۔ توبۂ دست: ناروا اور ناجائز چیزوں کو ہاتھ نہ لگانا۔

۶۔ توبۂ پا: حرام چیزوں کی طرف نہ جانا۔

۷۔ توبۂ نفس: ماکولات۔ شہوات اور لذات سے باز آنا۔

اس کے علاوہ توبہ کی تقسیم پھر اس طرح پر کی گئی ہے۔

توبۂ حال۔ توبۂ ماضی۔ توبۂ مستقبل

۱۔ حال کی توبہ: گناہوں سے پشیمان اور نادم ہو کر باز آ جانا۔

۲۔ ماضی کی توبہ: اپنے دشمنوں کو خوش کرنا

کسی کا مال غصب کر لیا ہو تو اس کو واپس کر دینا۔ اگر کسی کو بُرا کہا ہو تو اس سے معافی مانگنا اور لوگوں سے معذرت کرنا۔

۳۔ توبہ مستقبل: آئندہ کے لیے تمام گناہوں سے پرہیز کرنے کا عہد کرنا۔

(ماخوذ از تذکرہ اولیائے کرام۔ ادبستان لاہور)

## حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ شروع میں بڑے مالدار تھے۔ اپنا مال سود پر اہل بصرہ کو دیتے تھے۔ اور ہر روز اپنے لین دین کے سلسلے میں اپنے مقروضوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ اور جب تک کچھ نہ کچھ وصول نہ کر لیتے تھے، ان کا پیچھا نہ چھوڑتے تھے۔ اگر کچھ بھی وصول نہ ہوتا تو کہتے کہ میرے آنے جانے کا خرچ دے دو۔ اور اسی آمدنی سے اپنا گزارا کرتے۔ ایک دن کسی قرضدار کے گھر گئے۔ وہ گھر پر موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ میرا خاوند کہیں باہر گیا ہوا ہے اور میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے۔ میں نے ایک بھیڑ ذبح کی تھی اب اس کی گردن کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو دے دوں۔ آپ نے کہا اچھا دے دو۔ آپ وہ گردن لے کر گھر میں آئے اور بیوی سے کہا کہ یہ سری سود میں آئی ہے اس کو پکاؤ۔ بیوی نے کہا، روٹیاں اور لکڑیاں نہیں ہیں۔ آپ نے کہا۔ کہ میں ابھی جا کر سود میں لکڑیاں اور روٹیاں بھی لے آتا ہوں۔ چنانچہ گئے اور لے آئے۔ بیوی نے ہانڈی چڑھائی۔ جب پک گئی تو ایک سائل دروازے پر آ نکلا اور اس نے آواز دی کہ راہِ خدا میں کچھ دے دو۔ حضرت حبیب نے فرمایا تجھے دینے سے کیا فائدہ۔ تو امیر نہیں ہو جائے گا لیکن ہم غریب ہو جائیں گے۔ بیچارہ مانگنے والا مایوس ہو کر لوٹ گیا۔ آپ کی بیوی نے ہانڈی میں ڈوئی ڈالی تو دیکھا کہ اس میں سب خون ہی خون ہے۔ اپنے خاوند کو آواز دی کہ آیئے اور دیکھئے کہ آپ کی بدبختی اور شومی سے یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت حبیب کے دل میں آگ لگ اٹھی جو کسی طرح سرد ہونے میں نہ آتی تھی۔ دوسرے روز آپ گھر سے باہر نکلے تا کہ اپنے قرضداروں سے اپنا مال و زر واپس لے لیں اور پھر سود پر لین دین نہ کریں۔ رستے میں لڑکے کھیل رہے تھے۔ جب حضرت حبیب کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ دیکھو حبیب سود خور آ رہا ہے۔ ہٹ جاؤ ایسا نہ ہو کہ اس کے پاؤں کی گرد ہم پر پڑ جائے تو ہم بھی اسی طرح بدبخت ہو جائیں۔ جب یہ آواز حبیبؒ کے کان میں پڑی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حسن بصریؒ نے کچھ ایسی نصیحت کی کہ جس کی وجہ سے ایک بارگی حبیب کا دل بے قرار ہو گیا اور آپ نے توبہ کی۔ جب آپ حضرت حسنؒ کی مجلس سے واپس آ رہے تھے تو ایک قرضدار آپ کو دیکھ کر بھاگ اٹھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا، بھاگو مت اب مجھ کو تجھ سے بھاگنا چاہیئے۔ جب گھر کی طرف واپس آ رہے تھے تو وہی لڑکے آپس میں کہنے لگے ہٹ جاؤ حبیب توبہ کر کے آ رہا ہے، ایسا نہ ہو کہ ہماری گرد اس پر پڑ جائے اور ہم خدا کے سامنے گنہگار ٹھہریں۔ حضرت حبیبؒ نے اپنے دل میں کہا۔ خدایا! تیری عجیب قدرت ہے کہ آج ہی تجھ سے صلح کی اور تو نے اس کا اثر اپنے دوستوں کے دل میں پہنچایا اور میرا نام نیک نامی کے ساتھ مشہور کر دیا۔ سچ ہے جو خدا کا ہوتا ہے خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے اعلان کر دیا کہ جس کسی نے حبیب کا کوئی قرضہ دینا ہے وہ آ کر اپنی دستاویز واپس لے جائے۔ سب لوگ جمع ہو گئے، اور آپ نے جو مال جمع کر رکھا تھا سب لوگوں میں تقسیم کر دیا اور فرات کے کنارے ایک عبادت خانہ بنا کر وہاں خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ آپ کو عجمی اس لیے کہتے ہیں کہ آپ قرآن مجید اچھی طرح نہ پڑھ سکتے تھے۔ جب لوگ آپ کے سامنے قرآن مجید پڑھتے تھے تو آپ نہایت بے قرار ہو کر روتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ باشندہ عجم ہیں، اور قرآن مجید عربی زبان میں ہے پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا، میری زبان تو عجمی ہے لیکن دل عربی ہے۔

## ابو محمد بن جعفر بن نصیر خالدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کبار میں سے ہیں۔ آپ بہت بڑے صوفی اور اس علم کے فنون کے سمندر تھے۔ ہر فن میں آپکا کلام بلند مرتبہ ہے۔ روایت ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ توکل وہ ہوتا ہے کہ رزق کا ملنا یا نہ ملنا تیرے دل کے نزدیک ایک جیسا ہو جائے۔ یعنی رزق ملنے سے تیرے دل میں خوشی نہ ہو اور نہ ملنے سے غم نہ ہو۔ اس لیے کہ تیرا بدن مالک کی ملک ہے۔ اس کا پالنا اور نباہ کرنا بھی اسی کے ذمہ ہے۔ وہ جس طرح چاہے گا اس کو رکھے گا۔ تجھے اس میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اپنے آپ کو مالک کے سپرد کر دینا چاہیئے اور اپنا تصرف بالکل ہٹا لینا چاہیئے۔

## ابو القاسم ابراہیم بن محمد بن محمود نصر آبادیؒ

آپ جس طرح دنیا میں عالی مرتبہ اور صاحبِ عزت تھے ویسے ہی آخرت میں عالی مرتبہ تھے۔ آپ کا کلام بدیع اور علامتیں رفیع ہیں۔ آپ شبلیؒ کے مرید تھے۔ آپ کے زمانہ میں آپ کا کوئی مثل نہ تھا۔ اور علوم و فنون میں آپ کی مثال ملنی مشکل تھی۔ روایت ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ آدمی دو نسبتوں کے درمیان ہے۔ ایک نسبت آدم علیہ السلام کی طرف ہے اور دوسری خدا کی طرف۔ آدم علیہ السلام کی نسبت قیامت کے دن منقطع ہو جائے گی اور نسبت عبودیت قائم رہے گی۔ جب بندہ اپنی اپنے ساتھ نسبت کرے یا آدم علیہ السلام کے ساتھ نسبت کرے تو یہ کوئی کمال نہیں۔ کمال اسوقت ہوتا ہے جب بندہ کہتا ہے: اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ یعنی میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور جب حق تعالیٰ کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے تو آدمی اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: یَا عِبَادِیْ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔

## ابو نصر سراج رحمۃ اللہ علیہ

آپ فنون علم میں بڑے کامل تھے۔ ریاضات اور معاملات میں ایک بزرگ شان رکھتے تھے۔ ایک بار آپ رمضان المبارک میں بغداد میں آئے۔ لوگوں نے مسجد میں ایک خلوت خانہ آپ کو دے دیا اور آپ کو درویشوں کا امام بنا دیا۔ آپ نے درویشوں کی امامت کی اور تراویح میں پانچ مرتبہ قرآن ختم کیا۔ خادم رات کو آتا اور ایک ٹکیہ آپ کے حجرے کے دروازے پر رکھ جاتا۔ آپ اٹھا کر اندر ایک کونے میں رکھ دیتے۔ جب عید کی نماز پڑھ کر آپ وہاں سے چلے گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ تیسوں ٹکیاں ایک کونے میں رکھی ہوئی تھیں لوگ حیران رہ گئے۔

## قرارداد تعزیت

تنظیم اہل السنت پاکستان (ملتان) کی مجلس عاملہ کی ماہانہ میٹنگ میں حضرت مولانا محمد صادق صاحب بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا نور محمد صاحب مجاہد آبادی کے والد صاحب کی وفات پر بڑے افسوس کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس میں مرحوم کے لئے ایصال ثواب کیا گیا اور قرارداد تعزیت پاس ہوئی جس میں مرحوم کے لواحقین اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔

منظور احمد شاہ کہروڑی ناظم دفتر مرکز تنظیم اہل السنت پاکستان ملتان شہر

حاجی کمال الدین مڈسن کارپوریشن محمود بوٹی لاہور

# ساتھ جانے والا وہی مال ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے بنک میں جمع کر دیا

حضور کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن آدمی ایسا (ذلیل وضعیف) لایا جائے گا۔ جیسا کہ بھیڑ کا بچہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ ارشاد ہو گا کہ میں نے تجھے مال عطا کیا حشم خدم دئے۔ تجھ پر نعمتیں برسائیں تو نے ان سب انعامات میں کیا کارگزاری کی وہ عرض کرے گا۔ کہ میں نے خوب مال جمع کیا۔ اس کو (اپنی کوشش سے) بہت بڑھایا اور جتنا شروع میں میرے پاس تھا۔ اس سے بہت زیادہ کر کے چھوڑ آیا آپ مجھے دنیا میں واپس کر دیں میں وہ سب کچھ آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ ارشاد ہو گا مجھے تو وہ بتا جو تو نے زندگی میں ذخیرہ کے طور پر آخرت کے لئے آگے بھیجا ہو پھر وہ اپنا پہلا کلام دُہرائے گا کہ میرے پروردگار میں اُس کو خوب جمع کیا اور خوب بڑھایا اور جتنا شروع میں تھا اس سے بہت زیادہ کر کے چھوڑ آیا۔ آپ مجھے دنیا میں واپس کر دیں میں وہ سب لے کر حاضر ہوں (یعنی خوب صدقہ کروں تاکہ وہ سب یہاں آجائے) چونکہ اس کے پاس ایسا ذخیرہ نہ نکلے گا جو اُس نے اپنے لئے آگے بھیج دیا ہو اس لئے اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ہم لوگ تجارت میں زراعت میں اور دوسرے ذرائع سے روپیہ کمانے میں جتنی محنت اور دردسری کر کے جمع کرتے ہیں وہ سب اسی لئے ہوتا ہے۔ کہ کچھ ذخیرہ اپنے لئے موجود رہے جو ضرورت کے وقت کام آئے نہ معلوم کس وقت کیا ضرورت پیش آجائے لیکن جو اصل ضرورت کا وقت ہے اور اس کا پیش آنا بھی ضروری ہے۔ اور اس میں اپنی سخت احتیاج بھی ضروری ہے۔ اور یہ بھی یقینی ہے اس وقت صرف وہی کام آئے گا جو اپنی زندگی میں خدائی بنک میں جمع کر دیا گیا ہو کہ وہ تو جمع شدہ ذخیرہ بھی پورے کا پورا ملیگا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضافہ بھی ہوتا رہے گا۔ لیکن اس کی طرف بہت ہی کم التفات کرتے ہیں حالانکہ دنیا کی یہ زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ ہو جائے بہرحال ایک دن ختم ہو جانے والی ہے۔ اور آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم ہونیوالی نہیں۔ دنیا کی زندگی میں اگر آپنے پاس سرمایہ نہ رہے۔ تو اس وقت محنت مزدوری بھی کی جاسکتی ہے۔ بھیگ مانگ کر بھی زندگی کے دن پورے کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن آخرت کی زندگی میں کوئی صورت کمائی کی نہیں ہے وہاں صرف وہی کام آئے گا۔ جو ذخیرہ کے طور پر آگے بھیج دیا گیا ہو۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے۔ کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونو جانب تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں پہلی سطر میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ دوسری سطر میں ماقدمنا وجدنا وما اکلنا ربحنا وما خلفنا خسرنا لکھا تھا۔ (جو ہم نے آگے بھیج دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا) اور تیسری سطر میں لکھا تھا امۃ مذنبۃ و رب غفور (امت گنہگار اور رب بخشنے والا ہے)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے۔ تو فرشتے تو یہ پوچھتے ہیں۔ کہ کیا ذخیرہ اپنے حساب میں جمع کرایا۔ کیا چیز کل کے لئے بھیجی اور آدمی یہ پوچھتے ہیں کیا مال چھوڑا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون شخص ایسا ہے۔ جس کو اپنے وارث کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال اپنے وارث سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ حضورؐ نے فرمایا۔ آدمی کا اپنا مال وہ ہے۔ جو اس نے آگے بھیج دیا۔ اور اور جو چھوڑ گیا وہ اس کا مال نہیں اس کے وارث کا مال ہے۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد یوں ہے کہ آدمی کہتا ہے۔ میرا مال میرا مال حالانکہ اس کے مال میں سے اس کے لئے صرف تین چیزیں ہیں۔ جو کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا اللہ کے ہاں اپنے حساب میں جمع کرا دیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے۔ وہ اس کا مال نہیں ہے۔ لوگوں کے لئے چھوڑ جائے گا۔ اور بہت لطف یہ ہے کہ آدمی اکثر ایسے لوگوں کے لئے جمع کرتا ہے۔ محنت اٹھاتا ہے مصیبت جھیلتا ہے۔ اور تنگی برداشت کرتا ہے۔ جن کو وہ اپنی خواہش سے ایک پیسہ دینے کا روادار نہیں ہے۔ لیکن جمع کر کے چھوڑ جاتا ہے۔ پھر لوگ انہیں کو سارے کا وارث بنا دیتے ہیں۔ جن کو وہ ذرا سا بھی دینا نہ چاہتا تھا۔

اوطاۃ سہتیہ کا جب انتقال ہونے لگا۔ تو انہوں نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ آدمی کہتا ہے کہ میں نے بہت مال جمع کیا۔ لیکن اکثر کمانے والا دوسروں کے لئے جمع کرتا ہے وہ خود تو اپنی زندگی میں اپنا ہی حساب لیتا رہتا ہے کہ کتنا کہاں خرچ ہوا۔ کتنا کہاں ہوا۔ لیکن بعد میں ایسے لوگوں کی لوٹ کے لئے چھوڑ جاتا ہے جن سے حساب بھی نہیں لے سکتا۔ کہ سارا کہاں اُڑایا پس اپنی زندگی میں کھائے اور کھلا دے۔ اور بخیل وارث سے چھین لے آدمی خود تو مرنے کے بعد نامراد رہتا ہے۔ (کوئی اس کو اس مال میں یاد نہیں رکھتا) دوسرے لوگ اس کو کھاتے اُڑاتے ہیں۔ آدمی خود تو اس مال سے محروم ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگ اس سے اپنی خواہشات پوری کرتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں یہی اوپر کی حدیث والا قصہ دوسرے عنوان سے یوں وارد ہوا ہے۔ کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ صحابہ سے دریافت فرمایا تم میں کوئی ایسا ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم میں ہر شخص ایسا ہی ہے جس کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ سوچ کر کہو کیا کہہ رہے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ ہم میں ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارا مال وہ ہے۔ جو آگے بھیج دیا وارث کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ گیا۔ یہاں ایک بات قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ ان روایات کا مقصد وارثوں کو محروم کرنا نہیں ہے۔ حضورؐ نے خود اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فتح مکہ کے زمانہ میں ایسے سخت بیمار ہوئے۔ کہ زندگی کی کوئی امید نہ رہی حضورؐ عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس مال زیادہ ہے۔ اور میری میراث ایک بیٹی ہے۔ میرا دل چاہتا ہے۔ کہ اپنے سارے مال کی وصیت کروں (کہ اس وقت ان کی اولاد صرف ایک بیٹی ہی تھی اور اس کا تکفل اس کے خاوند کے ذمہ) حضورؐ نے منع فرمایا انہوں نے دو تہائی کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے

اس کا بھی انکار فرما دیا۔ پھر نصف کی درخواست بھی قبول نہیں فرمائی۔ تو اُنہوں نے ایک تہائی کی اجازت چاہی حضورؐ نے اس کی اجازت فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ ایک تہائی بھی بہت ہے۔ تم اپنے وارثوں کو (یعنی مرنے کے وقت جو بھی ہوں۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد اور بھی اولاد ہوگئی تھی) غنی چھوڑو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو فقیر چھوڑو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ جو خرچ اللہ کیواسطے کیا جائے۔ وہ ثواب کا موجب ہے۔ حتیٰ کہ اللہ کے لئے اگر ایک لقمہ بیوی کو دیا جائے تو اس پر بھی اجر ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ کہ جو کسی وارث کی میراث کو قطع کرے اللہ تعالےٰ اس کی میراث کو جنت سے قطع کرے گا۔ لہٰذا اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔ کہ وصیت اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں یہ ارادہ اور نیت ہرگز نہ ہو کہ کہیں فلاں وارث نہ بن جائے۔ بلکہ ارادہ اور نیت اپنی ضرورت کا پورا کرنا اپنے لئے ذخیرہ بنانا ہو۔ آدمی کے ارادے اور نیت کو عبادات میں بہت زیادہ دخل ہے۔ حضورؐ کا پاک ارشاد ہے۔ جو بہت ہی زیادہ مشہور ہے۔ انما الاعمال بالنیات کہ اعمال کا دارو مدار نیت اور ارادے پر ہے۔ نماز جیسی اہم عبادت اللہ کے واسطے پڑھی جائے تو کتنی زیادہ موجب اجر و ثواب ہے۔ کہ کوئی دوسری عبادت اس کے برابر نہیں۔ یہی چیز ریا کاری اور دکھلاوے کے واسطے پڑھی جائے تو شرک اصغر اور وبال بن جائے اس لئے خالص نیت اللہ کی رضا اور اپنی ضرورت میں کام آنا ہونا چاہئے۔ جس کی بہترین صورت یہ ہے۔ کہ اپنی زندگی میں اپنی تندرستی میں اس حالت میں جب کہ یہ بھی معلوم نہ ہو۔ کہ میں پہلے مروں گا یا وارث پہلے مرے گا۔ اور کون وارث ہوگا کون نہ ہوگا۔ ایسے وقت میں خرچ کرے اور خوب خرچ کرے۔ جتنا زیادہ صدقہ کر سکتا ہے۔ کرے۔ وصیت کرے۔ وقف کرے اور جن مواقع خیر میں زیادہ ثواب کی امید ہو۔ ان کی فکر اور جستجو میں رہے۔ یہ نہیں کہ اپنے وقت میں تو بخل کرے اور جب مرنے لگے۔ تو سخی بن جائے۔ جیسا کہ حضورؐ کا پاک ارشاد پہلے گزر چکا۔ کہ افضل صدقہ وہ ہے۔ جو حالت صحت میں کیا جائے۔ نہ یہ کہ جب جان نکلنے لگے تو کہے کہ اتنا فلاں کا اور اتنا فلاں کا حالانکہ مال فلاں کا (یعنی وارث کا) ہوگیا۔ خوب سمجھ لو میں سب سے پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرتا ہوں اس کے بعد اپنے دوستوں کو کہ ساتھ جانے والا صرف وہی مال ہے جو اللہ کے بنک میں جمع کر دیا۔ اور جس کو جمع کرکے اور خوب زیادہ بڑھا کر چھوڑ دیا۔ وہ اپنے کام نہیں آتا۔ بعد میں نہ کوئی ماں باپ یاد رکھتا ہے۔ نہ بیوی اولاد پوچھتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اپنا ہی کیا اپنے کام آتا ہے۔ ان سب کی محبتوں کا خلاصہ دو چار دن ہائے ہائے کرنا ہے۔ اور پانچ سات مفت کے آنسو بہانا ہے۔ اگر ان آنسوؤں میں بھی پیسے خرچ کرنا پڑیں تو یہ بھی نہ رہیں۔ یہ خیال کہ اولاد کی خیر خواہی کی وجہ سے مال کو جمع کرکے چھوڑتا ہے۔ نفس کا دھوکا ہے۔ صرف مال جمع کرکے ان کے لئے چھوڑ جانا ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں ہے۔ بلکہ شاید بد خواہی بن جائے۔ اگر واقعی اولاد کیساتھ خیر خواہی مقصود ہے۔ اگر واقعی یہ دل چاہتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد پریشان حال اور ذلیل و خوار نہ پھریں۔ تو ان کو مالدار چھوڑنے سے زیادہ ضروری ان کو دیندار چھوڑنا ہے کہ بد دینی کے ساتھ مال بھی اولاً ان کے پاس باقی نہ رہے گا۔ چند یوم کی لذات و شہوات میں اُڑ جائے گا۔ اور اگر رہا بھی تو اپنے کس کام کا نہیں ہے۔ اور دینداری کے ساتھ اگر مال بھی نہ ہو۔ تو اُن کی دینداری ان کے لئے بھی کام آنے والی ہے۔ اور اپنے لئے بھی اور مال میں سے تو اپنے کام آنے والا صرف وہی ہے۔ جو ساتھ لے گیا۔

---

# ہماری ذمہ داریاں

اللہ جل شانہٗ کا فرمان ہے۔ کہ اے مسلمانو تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے۔ جو لوگوں کو دنیا اور آخرت کی بھلائی کی طرف دعوت دیتی رہے۔ اور بُرے کاموں سے روکتی رہے۔ اگر یہ جماعت ایسا کرتی رہے تو آخرت میں ضرور کامیاب ہوگی۔

(سورۃ آل عمران)

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے۔ کہ ہر وہ مسلمان جس کو اسلام کی ایک بات بھی معلوم ہو وہ دوسروں تک پہونچا دے۔ اور ہر مسلمان پر واجب ہے۔ کہ جب وہ کسی مسلمان بھائی کو غلط کام کرتے ہوئے دیکھے۔ تو اُسے اُس کام سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو ہم میں سے نہیں۔ ہمارے ہادی اعظم رسول مقبول طویل سفر کرکے باہر تجارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور تجارت کے ساتھ تبلیغ کا کام بھی انجام دیتے اور آپؐ خریداروں سے ایسے اخلاق سے پیش آتے کہ خریدار نہ صرف مستقل گاہک بن جاتے بلکہ آپ کے اخلاق عالیہ سے متاثر ہوکر اسلام بھی قبول کر لیا کرتے تھے۔

عزیزو۔ دوستو غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ تبلیغی کام کس قدر اور اہم ضروری ہے اور ہم مسلمان اس کام سے کس قدر غافل ہیں افسوس کہ آج مسلمانوں کو اپنی ذمہ داریوں کا کچھ احساس نہیں ہے آج مسلمانوں نے دنیا کے کاموں کو مقدم اور دین کے کاموں کو مؤخر سمجھ لیا ہے۔ دنیا کے کام کس قدر پابندی سے انجام پاتے ہیں۔ دکاندار کو دکان کا خیال لگا رہتا ہے۔ ملازم کو دفتر کا خیال لگا رہتا ہے گھر والی کو گھر اور بچوں کا خیال لگا رہتا ہے۔ اگر غفلت ہوتی ہے۔ تو دین کے کاموں میں ہوتی ہے۔ اگر ادھورے رہ جاتے ہیں تو دین کے کام رہ جاتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ ملازم یا اپنے بیوی بچوں سے کوئی قصور یا کوئی غلطی ہو جائے۔ تو اُن کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں۔ مگر کیا نماز کے لئے بھی کبھی ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ لوگ اپنی آنکھوں سے بُرے کام ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن کبھی اُن کے روک تھام کی کوشش نہیں کرتے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد ہے۔ کہ جب لوگ ناپسندیدہ اور بُرے کام ہوتے ہوئے دیکھیں۔ اور پھر اُس کے روک تھام کی کوشش نہ کریں۔ تو بہت ممکن ہے۔ کہ وہ کسی سخت عذاب کی لپیٹ میں آجائیں۔ یہ جو مصیبتیں ہمارے اوپر آرہی ہیں وہ ہمارے ہی عملوں کا نتیجہ ہیں۔

بھائیو! تمہارے اوپر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ لہٰذا خود بھی اسلامی اصولوں پر چلو اور اپنے بھائیوں کو بھی نیک کاموں کی تلقین کرو اور اپنے بچوں کو پہلے قرآن کی تعلیم دو۔ اور اُس کے معنی و مطلب بھی سمجھاؤ تا کہ اُن کو معلوم ہو۔ کہ مذہب اسلام کیا چیز ہے؟ (دنیاوی تعلیم ذریعہ معاش ہے مگر دینی تعلیم ذریعہ نجات ہے) اللہ تعالےٰ ہماری مدد فرما۔ کہ ہم انسانوں کی بھلائی کے لئے کام کرتے رہیں۔ اور انسانی حقوق کی ادائیگی میں اپنی جد و جہد جاری رکھیں۔ اور ہمارا

جناب نعیم انصاری صاحب بی اے

# انفاق مال اور صحابہ کرامؓ

اسلام کا اقتصادی نظام ایک مکمل نظام ہے۔ اور تمام امکانی نقائص سے معرّا اور پاک ہے۔ یہ امریکہ کے جمہوری نظام کی مانند نہیں ہے کہ دنیا میں امیر اور غریب دو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے اس کی تین چوتھائی آبادی کو اس کے انسانی حقوقِ مساوات اور عیشِ حیات سے محروم کر دے۔ نہ یہ روس کے سوشلزمی اقتصادی نظام کی طرح ہے جو دنیا کو سرمایہ دار اور مضبوط دو متضاد طبقوں میں تقسیم کر کے ایک طرف افراد کو ان کے حقوقِ وراثت سے محروم کر دے اور دوسری طرف انہیں حصولِ مساوات کی طبقاتی جنگوں میں اسی طرح جھونک دے کہ آخر کار مقصدِ حیات ہی فوت ہو کر رہ جائے۔ اس کے برعکس اسلامی اقتصادی نظام ایک ایسا نظام ہے جو وسطی ہے اور افراد و تفریط سے مبرّا ہے۔ اسلام میں امیر اتنا حریص اور زر اندوز نہیں ہوتا کہ غریب کی آرزوؤں پر اپنا محل کھڑا کرنے اور اس کی غربت کا منہ چڑائے۔ اور نہ غریب ہی اتنا نادار و مفلس ہوتا ہے۔ کہ اس کا کوئی ہمدرد نہ ہو۔ اور اس پر عرصۂ حیات تنگ ہو جائے۔ اسلام بخل و حرص پر لعنت بھیجتا ہے۔ اور ایثار و سخاوت کی تعریف کرتا ہے۔ مساکین و یتامیٰ کی سرپرستی، غرباء و فقراء کی خبرگیری، مسافرین و مہاجرین کی امداد، احباب و اقرباء کے ساتھ صلۂ رحمی و حسنِ سلوک کی ترغیب دیتا ہے۔ اس طرح اسلامی اصول انفاق مال سے نہ امیر، امیر تر ہو جاتا ہے اور نہ غریب، غریب تر۔ بلکہ دولت کی تقسیم اس طرح ہوتی ہے کہ امیر و غریب مساوات کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ عہدِ نبویؐ اور دورِ خلافت اس حقیقت کی تاریخی مثال ہے۔

عام صدقات و خیرات کے ترغیبی احکام ابتدائے اسلام ہی سے نازل ہونے لگے تھے۔ خاص طور پر سورۂ بقرہ میں ایسے احکام نہایت تفصیل سے آئے ہیں جن میں خیرات کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کی مقدار مقرر کی گئی ہے۔ اور مستحقینِ خیرات کی حدود کا تعین کیا گیا ہے۔ لیکن ہجرت نبویؐ کے بعد جب عام صحابہ کرامؓ مفلسی و ناداری میں مبتلا ہو گئے۔ تو ۲ھ میں عید کے دن صدقۃ الفطر دینا بھی واجب قرار پایا۔ اسی طرح صدقات نافلہ و واجبہ سے مفلس و مہاجرین کی کافی امداد ہوتی پھر فتح مکہ کے بعد اسلام بیرون عرب پھیلنے لگا ایک آفاقی نظامِ حکومت کی بنیاد پڑنے لگی۔ اور ایک آفاقی اقتصادی نظام کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ لہٰذا ۸ھ میں زکوٰۃ بھی فرض کر دی گئی۔ یہی تدریجی و تاریخی صدقات نافلہ و واجبہ اور فرض زکوٰۃ باہم مل کر اسلام کا مکمل اور ہمہ گیر اقتصادی نظام بناتے ہیں۔ جن کا تعلق جدید اقتصادی نظام کی طرح کسی بیرونی طاقت یا انسانی جبریہ آئین سے نہیں بلکہ مسلمان کے ایمان اور اس کی خدا اور رسولؐ کی محبت سے ہے۔

آج مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی وہ گرمی اور خدا و رسولؐ کی وہ محبت نہیں جو اب سے تقریباً چودہ سو برس پہلے صحابہ کرامؓ کے دلوں میں تھی لیکن تاریخ زندہ ہے ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ صرف زکوٰۃ سے سبکدوش ہو جانا پسند نہ فرماتے تھے بلکہ ان کی فرضیت سے بہت پہلے خدا کی خوشنودی، رسولؐ کی محبت اور حصولِ ثواب کی خاطر بے دریغ ایثار مال خرچ کرتے تھے۔ تاہم انہیں تشفی نہ ہوتی تھی۔ صدقہ و خیرات کرنے کے شوق میں کم استطاعت صحابہؓ تو خاص طور پر محنت مزدوری کرتے تھے۔ کہ جو کچھ ملے اسے راہِ خدا میں دے ڈالیں۔ ذیل میں انہیں اہم بزرگ و مقدس ہستیوں میں سے چند اصحابؓ کی مالی قربانیوں کا اجمالی جائزہ لیں گے تاکہ ہم میں بھی ویسا ہی جذبۂ انفاق پیدا ہو جائے۔

## بخشش بے طلب

تجارت و زراعت نے حضرت طلحہؓ کو کروڑپتی بنا دیا تھا وہ دنیائے سخاوت کے بادشاہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ان کا دروازہ فقراء و مساکین کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ قیس بن ابی حازم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت طلحہؓ سے زیادہ کسی کو بخشش بے طلب میں پیش پیش نہ دیکھا۔ وہ لاکھوں دینار و درہم راہِ خدا میں لٹا دینے کے بعد بھی کثیر دولت اہل و عیال کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ جس کا حساب کچھ اس طرح ہے۔ بائیس لاکھ درہم، دو لاکھ دینار، کثیر سیم و زر اور تین کروڑ درہم کی جائیداد غیر منقولہ وغیرہ۔

## جود و سخا

حضرت زبیر بن العوامؓ شروع میں بہت مفلس تھے۔ لیکن سخاوت کے سبب ان کے رزق کی آمد میں برکت ہوئی تو کچھ عرصہ میں کروڑپتی بن گئے اُن کے تمول کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اُن کے تمام مال کا تخمینہ پانچ کروڑ دو لاکھ درہم (یا دینار) کیا گیا تھا جو جائیداد منقولہ کی صورت میں تھا۔ جوارِ مدینہ میں ایک جھاڑی بھی اور دیگر مقامات پر بھی عمارتیں تھیں۔ خاص مدینہ طیبہ میں گیارہ، بصرہ میں دو اور مصر و کوفہ میں ایک ایک مکان تھا۔ ان کو مالِ غنیمت سے گرانقدر رقم ملتی تھی۔ لیکن ان کا اصلی ذریعہ معاش تجارت تھا۔ ان کے پاس ایک ہزار غلام تھے جو روزانہ اُجرت پر کام کرتے تھے۔ اور کثیر رقم لاتے تھے۔ لیکن اس کی آمدنی میں سے وہ ایک حبہ بھی اپنی ذات پر یا اہل و عیال پر صرف کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ بلکہ صدقہ کر دیتے تھے۔

## محتاجوں کے لئے وقف

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی مالی حیثیت سے نہایت فارغ البال تھے۔ خلافت کی جانب سے آخر وقت تک

خطیر وظائف ملتے رہے۔ خلفائے بنو امیہ بھی بڑی بڑی رقمیں نظر کرتے رہتے تھے۔ کچھ اپنی جاگیریں بھی تھیں لیکن وہ چونکہ حد درجہ مسکین نواز، مخیرؒ اور فیاض تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی تمام آمدنی محتاجوں مستحقوں کے لئے گویا وقف کر دی تھی اور عمر بھر اپنی دولت راہِ حق میں لٹاتے رہے دو دو تین تین ہزار کی رقمیں تو خرچ کرتے ہی رہتے تھے۔ اکثر بیس بیس ہزار بھی ایک ایک نشست میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ان میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ جو چیز پسند آجاتی اسے راہِ خدا میں ضرور دے ڈالتے تھے۔

## مصارفِ جنگ

حضرت طلحہؓ نے ایک مرتبہ نذر مانی کہ راہِ خدا میں مصارف جنگ کے لئے اپنا مال خرچ کیا کریں۔ چنانچہ اس عہد کو پابندی سے پورا کرتے رہے۔ غزوۂ ذی القرین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجاہدین کی معیت میں ایک چشمہ سے جس کا نام بیسان مالح تھا گزر رہے تھے۔ اس وقت پانی کی بڑی قلت تھی۔ لہٰذا حضرت طلحہؓ نے اس چشمہ کو خرید کر وقف کر دیا۔ اسی طرح غزوۂ تبوک کے موقعہ پر جب کہ تمام مسلمان مفلسی و ناداری میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے مصارف جنگ کے لئے ایک گرانقدر رقم پیش کی اور دربارِ نبوی سے "فیاض" کا خطاب حاصل کیا۔ اسی طرح غزوۂ ذی العرہ میں انہوں نے تمام مجاہدین کی دعوت کی۔

## ملّی و مذہبی ضروریات

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا پیشہ تجارت تھا یہ بھی صاحب ثروت تھے۔ اور بسا اوقات خطیر رقمیں پیش کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے جہاد کے لئے پانچ سو گھوڑے، پانچ سو اونٹ خدمت نبویؐ میں پیش کئے۔

## زر اندوزی باعثِ رنجیدگی

ایک دفعہ حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ اپنی جائداد سات لاکھ درہم میں فروخت کی اور ساری رقم راہِ خدا میں دے دی۔ آپ کی بیوی حضرت سعدیٰؓ بنت عوف بیان کرتی ہیں۔ کہ ایک بار انہیں رنجیدہ دیکھا تو پوچھا۔ کہ آج آپ اس قدر رنجیدہ کیوں ہیں کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟ بولے ایسی کوئی بات نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میرے پاس ایک بڑی رقم جمع ہو گئی ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ کیا کروں میں نے کہا اسے تقسیم کر دیجئے۔ پس انہوں نے اسی وقت کنیز کو بلایا اور چار لاکھ کی رقم اپنی قوم میں تقسیم کر دی۔

## جنّت کی خاطر دولت لٹانا

ایک بار حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ واپس آیا تو اس میں سات سو اونٹوں پر صرف گیہوں، آٹا اور دیگر اشیائے خوردنی بار تھیں۔ اس عظیم الشان قافلہ کی سارے شہر میں دھوم مچ گئی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا "میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف جنّت میں رینگتے ہوئے جائیں گے۔" اس حدیث کی خبر جب حضرت عبدالرحمٰنؓ کو ہوئی تو فوراً حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے یہ سارا قافلہ مع بار و بردار راہِ خدا میں وقف کیا

## عام خیرات و صدقات

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے عام خیرات و صدقات کا یہ حال تھا کہ ایک ہی دن میں تیس تیس غلام آزاد کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنا ایک خطۂ زمین چالیس ہزار دینار میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں فروخت کیا اور ساری رقم راہِ خدا میں لٹا دی۔ اسی طرح ایک بار ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گذارش کی کہ اماں! مجھے خوف ہے کہ کثرتِ مال مجھے ہلاک نہ کر دے۔ ارشاد ہوا۔ "بیٹا! راہِ خدا میں خرچ کیا کرو کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میرے اصحاب میں بعض ایسے ہیں جنہیں مفارقت کے بعد میرا دیدار نصیب نہ ہو گا۔" ان کے انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آخری لمحۂ حیات تک قائم رہا۔

وفات کے وقت بھی انہوں نے پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے راہِ خدا میں وقف کئے۔ اصحابِ بدر میں سے اس وقت تک جتنے صحابہؓ (کم و بیش ایک سو) بقیدِ حیات تھے انہوں نے ہر ایک کے لئے چار چار سو دینار کی وصیت کی اور سبھوں نے اس وصیت سے استفادہ کیا۔

## مرض الموت میں انفاق مال کی بےچینی

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ گئے اور وہاں اس قدر شدید علیل ہوئے کہ جانبری کی کوئی امید باقی نہ رہی تو انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں صاحب ثروت ہوں ایک لڑکی کے سوا اور کوئی میرا وارث نہیں اگر آپؐ اجازت دیں تو اپنی دو ثلث دولت کسی کارِ خیر میں لگا دوں؟ فرمایا "نہیں۔ میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ تم اپنے ورثا کو تونگر چھوڑ جاؤ تاکہ دوسروں کے سامنے دستِ نگر نہ ہوں۔ تم جو کچھ بھی اللہ کی رضا جوئی و خوشنودی کے لئے صرف کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالتے ہو تو اس کا بھی ثواب پاؤ گے۔"

## حاجت روائی

حضرت طلحہؓ بنو تیم کے تمام محتاج و بدحال خاندانوں کی کفالت کرتے تھے غریب لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی شادی کرا دیتے تھے۔ مقروضوں کا قرض ادا کر دیتے تھے۔ چنانچہ صبیحہ تیمی پر تین ہزار درہم کا قرض تھا۔ وہ سب انہوں نے اپنی جیب سے ادا کیا۔

## غربا پروری

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ شعار تھا کہ مسکین کے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے۔ گھر آتے تو مساکین کو راستے ہی سے ساتھ لئے ہوئے آتے اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ ان کی

بیوی اس غیر معمولی غربا پروری سے پریشان رہتی تھیں۔ اور کہتیں جو کچھ ہیں ان کے لئے پکاتی ہوں وہ سب مساکین کو کھلا دیتے ہیں۔ فقراء کی صدا سنتے تو جو چیز سامنے ہوتی بھجوا دیتے تھے۔

## غربا پروری کے مواقع کی جستجو

حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح بھی غربا پروری میں شہرہ آفاق تھے حال یہ تھا کہ انہوں نے کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا۔ مساکین کی امداد کا موقع ملتا تو اسے ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ رحمدل ہونے کے سبب غریبوں کے مکانوں پر جا جا کر ان کی امداد کیا کرتے تھے۔

## بزرگوں کے ساتھ صلہ رحمی

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کسی سفر میں ایک عرب کو دیکھ کر سلام کیا اور ساتھ ہی اپنے سر کا عمامہ اور سواری کا گدھا بھی اسے عطا کر دیا۔ ابن دینار نے عرض کی کہ یہ تو دیہاتی لوگ ہیں۔ معمولی کرم سے بھی خوش ہو جاتے۔ فرمایا" کوئی بات نہیں ان کے والد میرے والد کے دوست تھے۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی اپنے باپ کے احباب کے ساتھ صلۂ رحمی ہے۔"

## مہمان نوازی

مہمان نوازی حضرت طلحہؓ کا خاص شیوہ تھا۔ ایک دفعہ بنی عذرہ کے تین آدمی مدینہ منورہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" کون ان کی کفالت کا ذمہ لیتا ہے؟" انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کی "میں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور تینوں نو مسلم مہمانوں کو خوشی خوشی گھر لے آئے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بھی بڑے مہمان نواز تھے۔ اگر وہ نفل روزے سے ہوتے اور کوئی مہمان آ جاتا تو یہ کہہ کر روزہ افطار کر لیتے کہ مہمان کی موجودگی میں روزہ رکھنا فیاضی سے بعید ہے۔

●

## احباب پروری

احباب و ہم رتبہ اشخاص کے ساتھ بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سلوک کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دوست کو دو ہزار قرض کی رقم ادا کی تو دو سو کی رقم زیادہ چلی گئی۔ اس شخص نے ہر چند اصرار کیا کہ یہ زائد رقم واپس لے لیں۔ لیکن انہوں نے واپس نہ لی۔

## امہات المومنین کو نذرانے

حضرت طلحہؓ کو ام المومنین حضرت عائشہؓ سے خاص عقیدت تھی۔ اس لئے ہر سال دس ہزار درہم پیش خدمت کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بھی امہات المومنین سے ارادت مندی تھی۔ اس لئے مختلف موقعوں پر بڑی بڑی رقمیں پیش کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک جائداد پیش کی جو چالیس ہزار دینار میں فروخت ہوئی" اسی طرح دمِ رخصت بھی ایک باغ کی وصیّت کی جو چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔

## نقد ایمان کے لئے ساری دولت قربان

حضرت صہیبؓ بن سنان ہجرت مدینہ کے وقت پیچھے رہ گئے تھے آخر قریش کے مظالم سے تنگ آکر انہوں نے بھی رختِ سفر باندھا۔ قریش کو معلوم ہوا تو آ پہنچے اور کہنے لگے کہ تم مکہ میں غریب آئے تھے۔ یہ مال و متاع تم نے ہم ہی سے جمع کیا ہے اس لئے اسے ساتھ لے جانے نہ دیں گے۔ حضرت صہیبؓ بہت دلیر، بڑے تیر انداز اور متحمل مزاج بزرگ تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ دیکھو میرا ترکش تیروں سے بھرپور ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ میں ایک ماہر نشانہ باز ہوں۔ جب تک میرے ترکش میں ایک تیر بھی باقی رہے گا میں تم سے کسی کو اپنے قریب بھی نہ آنے دوں گا۔ اور جو آئے گا وہ میرے تیر کا نشانہ بنے گا۔ تیر ختم ہو جائیں تو شمشیر بکف ہو جاؤں گا۔ اور ایک ایک کو لقمۂ اجل بنا دوں گا۔ ہاں مجھے اگر روکنا مقصود نہیں بلکہ میرا مال لینا ہے تو میں اس پہ تیار ہوں۔ قریش نے سوچا کہ بلا مزاحمت اگر یہ کثیر دولت ہاتھ آ جائے تو کیا برا ہے۔ اس لئے وہ لوگ بھی رضامند ہو گئے ——

چنانچہ حضرت صہیبؓ نے سب کچھ قریش کے حوالے کر دیا اور اپنا نقد ایمان لے کر عازم مدینہ ہوتے۔

---

# فتاویٰ دار العلوم دیوبند

### ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے کہ دارالعلوم دیوبند اپنی نگرانی میں فتاویٰ کا جو سلسلہ شائع کر رہا ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے جو پہلے سے بازار میں فتاویٰ دارالعلوم یا فتاویٰ دارالعلوم مبوب جدید کے نام سے فروخت ہو رہا ہے۔ دونوں بالکل دو چیزیں ہیں۔ "فتاویٰ دارالعلوم" یا فتاویٰ دارالعلوم جدید مبوب" دارالعلوم کے شائع کردہ نہیں ہیں۔ نہ ان کی تصحیح، تحقیق اور فقہی ترتیب و معیار کا کسی ناشرین و تاجران نے کوئی خاص اہتمام کیا۔ اس لئے اس کی کوئی ذمہ داری دارالعلوم پر نہیں ہے۔ یہ ذخیرہ بہت ناتمام اور ناقص ہے اسے بغیر کسی اہتمام کے یہاں کے تاجروں نے شائع کیا ہے۔

"فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل" جو دارالعلوم سے شائع ہو رہا ہے یہ مفتی اول عارف باللہ مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہ کے پورے" دور افتاء" کا مدلل و مکمل مجموعہ ہے۔ جسے حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی نگرانی میں ایک جید عالم مولانا ظفیر الدین صاحب ترتیب دے رہے ہیں۔ اس کے ہر مسئلہ کے حوالے، اس کی تصحیح اور تشریح کا بہت زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ چوتھی جلد چھپ رہی ہے۔ بقیہ جلدوں کی کتابت جاری ہے اور انشاء اللہ یہ جلدیں بھی جلد ہی منظر عام پر آ جائیں گی۔

لہٰذا اگر آپ مدلل و مکمل فتاویٰ اور دارالعلوم کا مصدقہ چاہتے ہیں تو منگواتے وقت اپنے آرڈر میں شائع کردہ دارالعلوم دیوبند مرتبہ مولانا محمد ظہیر الدین صاحب کی قید ضرور بڑھائیں اور تاجروں کو تاکید کر دیں کہ ہمیں دارالعلوم کے شائع کردہ فتاویٰ چاہئیں۔

(مولانا) محمد عبدالحق (صاحب)
پیشکار دارالعلوم دیوبند۔

مولانا نجم الدین احیائی فاضل دیوبند

# امیرالمومنین

چونکئے نہیں یہ لفظ ایسا نہیں ہے کہ جس سے ایک مسلمان چونکے۔ غیر مسلمین کے دلوں میں اس کی دہشت ضرور ہے مگر مسلمان تو اس لفظ کا شیدائی ہے وہ جب اسے دیکھتا ہے تو اس کی رگوں کا خون تیزی سے گردش کرنے لگتا ہے اور وہ ایک ایسی دنیا میں پہنچ جاتا ہے جہاں عدل وانصاف ہو، صلح وآشتی ہو مساوات وموالات ہو۔ عزت وقوت ہو۔ جہاں انسان انسان کا، بھائی بھائی کا، دوست دوست کا گلا نہ کاٹتا ہو۔ جہاں کا فرمانروا ظالم وجابر نہ ہو۔ بلکہ ایک انتہائی سیدھا اور سادہ آدمی ہو جو اپنوں پر نرم اور غیروں پر سخت ہو۔ جو خود بھوکا رہتا ہو اور عوام کو کھلاتا ہو۔ جو خود کو عوام کا خادم سمجھتا ہو۔ جو اپنے عہدے کو امانت اور نعمت کے بجائے زحمت سمجھتا ہو۔

ہم چاہتے ہیں مسلمانوں کے امیر کی خصوصیات آپ کے سامنے رکھیں۔ آپ کے سامنے اقوام عالم کے رہنما ہیں جنہوں نے دنیا کو جنگ وجدل، ظلم وجبر، بے حیائی اور بے عزتی، غربت وافلاس، چالبازی اور عیاری سے بھر دیا ہے۔ آپ کے سامنے برطانیہ کے ڈگلس، امریکہ کے جانسن، چین کے ماؤزے تنگ اور چو۔این لائی، روس کے خروشچیف، فرانس کے ڈیگال اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ اپنے اپنے ملکوں کی سیاست کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس وہ سب کچھ ہے جو کسی ملک کے فرمانروا کے لئے ضروری ہے۔ ان کو وہ تمام آسانیاں مہیا ہیں جو کسی انسان کو اس دور میں ہو سکتی ہیں مگر افلاس وغربت کا بھوت، بیکاری اور بھوک مری کی چڑیاں عوام کے سروں پر سوار ہیں ظلم وعدوان، عیاری اور دغا بازی، زناکاری اور بدکاری، انارکی اور فساد کا بول بالا ہے۔ انسانیت دو عالمگیر جنگوں کے بعد ایک تیسری عالمگیر جنگ کے کنارے پر کھڑی ہے۔ یہ جنگ کتنی ہولناک، خطرناک اور تباہ کن ہوگی اس کا اندازہ ایک عام آدمی نہیں کر سکتا۔ اس کے اسی ہولناک تصور نے چند سالوں کے لئے اسے مؤخر کر دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں آشتی کے نعرے کھوکھلے ہیں۔ ہر فریق دوسرے کا گلا گھونٹ دینا چاہتا ہے مگر اسے احساس ہے کہ کہیں وہ دوسرے کا گلا گھونٹتے وقت خود ہی تباہ نہ ہو جائے۔ دوسروں کو تباہ کرتے وقت دوسروں کو اپنے بموں اور میزائلوں کا نشانہ بناتے وقت خود بھی کہیں شکار نہ ہو جائے۔ اس خوف ودہشت نے دراصل انہیں روک رکھا ہے۔ اگر ایک لمحہ بھی ان کو یقین ہو جائے کہ وہ بغیر خود ہلاک ہوئے دوسروں کو ہلاک کر دیں گے تو یقین رکھئے کہ ان میں سے ہر ایک سبقت کرے گا۔ کہ دوسروں کو کالعدم کر دے۔ روس کے امن وشانتی کے نعروں میں صرف یہی چیز نہاں ہے۔ چین کی جنگجویانہ پالیسی صرف اس بناء پر ہے وہ سمجھتا ہے کہ دنیا ایک عالمگیر تباہی سے دوچار ہوئی تو پھر بھی چین کی ساٹھ کروڑ آبادی میں سے کچھ نہ کچھ بچ ہی رہے گی۔

ایسے ماحول میں بڑی اہم ضرورت ہے کہ ہم اس حاکم کا تعارف کرائیں جو ظلم وستم کا روادار نہ ہو، جو تباہی وبربادی نہ چاہتا ہو، جو لوٹ کھسوٹ اور تحصیل بے جا کا قائل نہ ہو۔ جسے اسلام کی اصطلاح میں امیرالمومنین یا خلیفۃ المسلمین کہتے ہیں۔ جو زمین پر اللہ اور اس کے رسولؐ کا نائب ہوتا ہے جس کو احکام بنانے کا اختیار نہیں۔ وہ صرف احکام نافذ کر سکتا ہے۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ پہلے علمی طریقہ سے خلافتِ اسلامیہ کی تعریف وتوضیح کریں۔ اس کے بعد واقعات وحقائق کی شہادت پیش کریں۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس خلافت کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"وہ ریاستِ عامہ ہے جو بذریعہ علوم دینیہ کے زندہ رکھنے اور بذریعہ اسلام کے قائم کرنے اور بذریعہ جہاد اور متعلقات جہاد کے قائم رکھنے کے جیسے لشکروں کا مرتب کرنا، مجاہدین کو وظائف دینا، مال غنیمت کو ان پر تقسیم کرنا اور بذریعۂ عہدۂ قضا کے فرائض انجام دینے اور حدود کے قائم کرنے اور مظالم کے دور کرنے اور لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دینے اور برے کاموں سے منع کرنے کے بحیثیت نائب نبی کے بالفعل ہے۔"
(ترجمہ ازالۃ الخفاء مقصد اول ص۹ از مولانا عبدالشکورؒ)

جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

وہ ایسی حکومت ہوگی جو دین قائم کرے گی۔ اقامتِ دین کے لئے اس کے ذرائع یہ ہوں گے:۔

(۱) علم دین کا احیاء (۲) ارکان اسلام کا قیام (۳) جہاد اور متعلقات جہاد کی تیاری کرنا جیسے لشکروں کا مرتب کرنا۔ مجاہدین کو وظائف دینا۔ مالِ غنیمت تقسیم کرنا (۴) صحیح فیصلہ کرنا (۵) مجرموں کو قرار واقعی سزا دینا (۶) اچھے کاموں کو پھیلانا (۷) برے کاموں سے روکنا اور اسے بند کرانا۔

قرآن شریف میں اسی خلافت کی تعریف کتنے جامع اور مختصر الفاظ میں کی گئی ہے۔ ارشادِ باری ہے:۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔

(سورۃ الشعراء پ ۱۷)

ترجمہ:۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر حاکم بنائیں تو وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔

یعنی جیسے زمین پر اللہ تعالیٰ اپنا نائب بنائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو دین پر قائم رکھے۔ ان کو غلط راہ پر نہ جانے دے۔ رشوت ودھوکا دہی، بے ایمانی، لوٹ کھسوٹ، بلیک مارکیٹنگ، احتکار، اکتناز جیسی لعنتوں سے دنیا کو صاف کرے۔ اور مال داروں سے زکوٰۃ وصول کرے جو غریبوں پر خرچ کر دے۔ یہ نہیں کہ ٹیکس لگانے اٹھے

تو ایک ہی ڈنڈے سے سب کو ہانک دے۔ ٹیکس بھی ایسا لگائے کہ تاجر، دوکاندار، صنعت کار آسانی سے دے سکیں۔

وہ کسی کو کہیں کا گورنر، کلکٹر، کمشنر، جج بنائے تو چند باتوں کا خاص طریقے سے خیال رکھے۔ مثلاً کسی ایسے شخص کو عہدہ نہ دے جو اس کے لائق نہ ہو۔ علامہ ابن تیمیہ اپنی مختصر مگر جامع کتاب الجوامع فی السیاستہ الالہیہ والآیات النبویہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"امیر المومنین پر واجب ہے کہ وہ مسلمانوں پر ایسے شخص کو حاکم بنائیں جو اس کام کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے صاحبِ صلاحیت کے ہوتے ہوئے نالائق والی بنایا اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی"۔

(الجوامع ص۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:۔

جس امیر نے محبت یا قرابت کی وجہ سے کسی کو کوئی عہدہ دیا۔ اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی (الجوامع ص۳)

ایسے شخص کو بھی کوئی عہدہ نہ دینا چاہئے جو خواہشمند ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

"ہم ایسے لوگوں کو والی نہیں بناتے جو اس کے طالب ہوں"۔ (الجوامع ص۴)

آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ سے فرمایا:۔

"اے عبدالرحمٰن! امارت کے لئے نہ کہو۔ اس لئے کہ اگر تم کو بے مانگے ملے گی تو تمہاری مدد کی جائے گی۔ اور اگر تم کو مانگنے کے بعد ملی تو تمہیں پر چھوڑ دیا جائے گا۔ (الجوامع ص۴)

الغرض مسلمانوں کے امیر کے لئے لازمی ہے کہ وہ قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ نہ کرے۔ عہدہ کے طالب کو عہدہ نہ دے۔ فیصلہ کرنے میں کسی کی رعایت نہ کرے۔ اپنے کو بھی عام لوگوں کی طرح سمجھے۔ اپنے ساتھ کوئی خصوصیت نہ برتے۔

اب ہم چند مثالوں سے واضح کرینگے کہ مسلمانوں کے امراء کن صفات کے حامل تھے۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے کہا:۔

"یا امیر المومنین! کاش کہ اللہ کے مال میں سے کچھ آپ فراخی کے ساتھ گذر کرتے"۔ آپ نے جواب دیا:۔

"کیا تم جانتے ہو کہ میری اور اس قوم کی مثال کیا ہے۔ پھر خود ہی جواب دیا۔ سوچو کہ ایک قوم سفر کی حالت میں ہو اور وہ مال جمع کر کے ایک آدمی کے حوالہ کر دے کہ وہ ان لوگوں پر خرچ کرے۔ کیا ایسے آدمی کے لئے جائز ہے کہ اپنے کو کچھ ترجیح دے"۔ (الجوامع ص۱۳،۱۴)

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ سے کسی نے ان سے مرض الموت میں کہا۔

"یا امیر المومنین! آپ نے اپنے صاحبزادوں کے منہ کو اس مال سے محروم رکھا اور آپ نے ان کو بالکل محتاج کر دیا"۔ خلیفہ نے ان بچوں کو بلایا جو دس سے اوپر تھے اور ان میں سے ایک بھی بالغ نہ تھا۔ جب آپ کی نظر ان پر پڑی تو آنکھیں بھر آئیں۔ فرمایا:۔

"اے میرے پیارے بچو! میں نے تم کو تمہارے کسی حق سے محروم نہیں کیا۔ ہاں لیکن میں نے لوگوں کا مال لے کر تمہیں نہیں دیا۔ تم نیک ہوگے تو اللہ تعالیٰ صالحین کا ذمہ دار ہے اور اگر نیک نہ ہوگے تو میں نہیں چاہتا کہ تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑ جاؤں کہ جس کے ذریعے تم معصیت کرو"۔

(الجوامع ص۵)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امارت و حکومت اس لئے نہیں ہے کہ آدمی اپنی اولاد و آل کو مالا مال کر دے۔

واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے امیر جن خوبیوں کے حامل ہوتے ہیں وہ خوبیاں آج اگر مسلمانوں میں پائی جائیں تو دنیا مسلمانوں سے خوف نہیں کھائے گی بلکہ خواہش کرے گی کہ وہ دن جلد از جلد آئے جب ایسے امیر و حاکم دنیا پر حکومت کریں۔ ایسے امیر المومنین سے دنیا چونکے گی نہیں بلکہ اس کا خلوص دل سے استقبال کرے گی۔

کیا مسلمانوں میں اتنی ہمت ہے کہ وہ دنیا کے سامنے ایک ایسا ہی امیر پیش کر دیں۔

## نااہل امیدوار کو ووٹ دینے کی قسم توڑنا واجب ہے

ووٹ کا معاوضہ لینا رشوت ہے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

# فتویٰ

## استفتاء

ووٹ کی دینی اور شرعی حیثیت کیا ہے؟

ووٹر کی اس سلسلہ میں کیا ذمہ داری ہے؟

امیدوار کے لئے کم سے کم کیا شرائط ہونا چاہئیں

اس سلسلہ میں جو لوگ کسی امیدوار کے لئے کام کریں۔ ان کی کیا حیثیت ہے کیا وہ شرعاً جزا وسزا کے مستحق ہو سکتے ہیں؟

کیا ووٹ کو پیسے لے کر فروخت کیا جا سکتا ہے اس سلسلے میں پیسے دینے اور لینے والے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

کیا ووٹ کو قوم اور برادری کے نام پر دینے سے ووٹر پر کوئی شرعی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

اگر کسی ووٹر نے کسی امیدوار کے ساتھ ووٹ دینے کا وعدہ حلفیہ کر رکھا ہے اور وہ امیدوار شرعاً نااہل ہے تو کیا اس وعدے کو پورا کرنا ضروری ہے۔

## الجواب

کسی امیدوار کو ووٹ دینا اس کو اپنا اور لوگوں کا وکیل اور نمائندہ بنانا ہے اور شرعی حیثیت سے اس امر کی شہادت دینا ہے کہ جس امیدوار کو ووٹ دیا جا رہا ہے۔ اور وہ اپنی علمی و عملی صلاحیت و دیانت کے لحاظ سے اس کا اہل اور حق دار ہے کہ اس کو ملک وملت کے اجتماعی مسائل اور حقوق کے لئے پوری قوم کا نمائندہ بنایا جائے۔ اگر کسی ایسے شخص کو ووٹ دیا جائے یا دلایا جائے جو اس کام کی صلاحیت نہیں رکھتا یا اس کی امانت اور دیانت پر بھروسہ نہیں تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہوگی جس کو قرآن پاک میں شرک کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے برابر قرار دیا ہے (مسند احمد) اور سب سے بڑے گناہوں سے بڑا گناہ ہے (بخاری و مسلم)

اس میں برادری اور غیر برادری کا کوئی امتیاز نہیں۔ اس معاملہ میں قرآن پاک کا حکم بالکل

واضح ہے۔ اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ تعالیٰ کی طرف کی اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا (سورۃ نساء آیت ۱۳۴) جس سے معلوم ہوا کہ رشتہ اور دوستی کی بناء پر غلط شہادت دینا یا دلانا حکم قرآن کی خلاف ورزی اور حرام ہے۔

ووٹ کوئی مال نہیں، خرید و فروخت تو مال کی ہوا کرتی ہے۔ اگر ووٹ کے بدلے میں کوئی مال لیا جائے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے شہادت کا معاوضہ لیا جائے اور شہادت پر معاوضہ لینا بحکم رشوت ہے جس کا لینا دینا اور دلانا دونوں حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے اور ان کے درمیان میں دلالی کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی) اس سے (۱تا۶) نمبر کے جواب ہوگئے۔

جس ووٹر نے نااہل امیدوار سے ووٹ دینے کا وعدہ حلفیہ کر رکھا ہے۔ تو اس کو وعدہ اور قسم کو توڑنا اور قسم توڑنے کا کفارہ دینا واجب ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص اپنی غفلت یا کسی کے جبر و اکراہ سے کسی ناجائز کام کرنے کی قسم کھائے۔ مثلاً کسی بے گناہ کو قتل کرنے پر یا ڈاکو یا چور کی مدد کرنے یا اپنے ماں باپ کی توہین کرنے پر قسم کھالے تو اس ناجائز قسم کا پورا کرنا حرام اور اس کا توڑنا اور قسم کا کفارہ واجب ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کوئی قسم کھالو۔ پھر دیکھو کہ بھلائی اور نیکی کے خلاف کرنے میں ہے تو تم کو چاہئے کہ جس کام میں بھلائی ہو اس کو اختیار کرو۔ اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو اس سے معلوم ہوا کہ کسی گناہ کی قسم کھا لینے سے اس گناہ کرنا جائز نہیں ہوتا۔ بلکہ قسم کا توڑنا اور کفارہ ادا ضروری ہوتا ہے اور ایسے وعدے کے توڑنے میں کوئی گناہ نہیں کفارہ قسم کا دس مسکینوں کو صبح و شام دونوں وقت کھانا کھلانا ہے۔ یا دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت دینا ہے۔

## بقیہ صد ۱۹ - بڑوں کا احترام (بچوں کا صفحہ)

چھوٹے پر ایسا ہے جیسا والد کا اپنے لڑکے پر۔

### ہر بڑے کی عزت ضروری ہے

ہر بڑے کی عزت و احترام کا حکم ہے۔ خواہ اس سے کوئی رشتہ ہو یا نہ ہو۔ اگر رشتہ ہے تو دُہرا حق ہے۔ اگر صرف بڑائی کا درجہ ہے تو بڑا ہونے کی بناء پر اس کا احترام کرے۔ اگر ہم اپنے بڑے بوڑھوں کی خدمت کریں گے، عزت و احترام سے پیش آئیں گے تو کل ہمارے چھوٹے بھی ہمارا خیال کریں گے اور اگر ہم اپنے بڑوں سے بے ادبی، بدزبانی اور بدخلقی سے پیش آئیں گے تو اپنے بڑھاپے کے وقت اپنے چھوٹوں سے خدمت و ادب کی امید بھی نہ رکھنا چاہئے۔ جو جیسا سلوک کرتا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے۔ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

ما اکرم شباب شیخا لسنہ الا قیض اللہ لہ من یکرم عند سنہ (ترمذی)

ترجمہ:- جو جوان کسی بوڑھے کی عزت اس کے بڑھاپے کی وجہ سے کرے گا تو اس جوان کے بڑھاپے کی حالت میں اللہ تعالیٰ اس کی عزت و تعظیم کرنے والا شخص پیدا فرمائے گا۔

ایک بار عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ خچر پر سوار جا رہے تھے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سامنے سے آگئے۔ عبداللہ بن قیسؓ دیکھتے ہی سواری سے اتر پڑے اور کہا چچا جان! اس پر سوار ہو لیجئے۔

اسی طرح ایک بار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جا رہے تھے اور دائیں جانب تھے تھوڑی دور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ ہوئے تو حضرت ابن عمرؓ ادب کی بنا پر دائیں سے بائیں جانب ہو گئے چند ہی قدم چلے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے۔ حضرت ابن عمرؓ ادب و لحاظ کی وجہ سے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد



## ضروری اعلان

اکثر حضرات چندہ بھیجتے وقت یا خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا مطلقاً حوالہ نہیں دیتے ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ بغیر خریداری نمبر کے اُن کی ڈاک کی تعمیل نہیں ہوسکے گی

شیخ عبدالحمید

بچوں کا صفحہ

# دنیاوی علم کے ساتھ ساتھ دینی علم سیکھیں

## سلام کہنے میں پہل کریں

خواجہ فخر الدین لون بی۔اے

عزیز بچو! اللہ عزّ و جل کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں بحیثیت مسلمان ایک مسلمان کے گھر جنم دیا۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ تمہارا ایک مسلمان کے گھر پیدا ہونا تمہیں کسی صورت بھی دوزخ کی آگ سے نہیں بچا سکے گا۔ جب تک کہ تم خود اللہ تعالےٰ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے طریقوں کو اپنا کر ان پر عمل نہ کرو۔ دنیاوی علم میں تم چاہے کتنی ہی ڈگریاں حاصل کر لو لیکن جب تک دینی علم حاصل کرنے کی سعی نہ کروگے وہ طریقے کسی طرح بھی تمہیں میسّر نہیں آ سکتے۔

دماغی، بدنی اور قلبی قوتوں کی اصلی ترقی بچپن میں ہوتی ہے۔ لہٰذا دنیاوی علم کے ساتھ ساتھ بچپن ہی سے دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق دل میں پیدا کرو تاکہ دنیا کے ساتھ ساتھ تمہاری آخرت بھی سدھر سکے۔ اس ترقی کے زمانہ میں علم کی ارزانی سے فائدہ اٹھاؤ اور اسے حاصل کر کے عاقبت سنوار لو۔

یہ دنیا چند روزہ ہے۔ یہاں تھوڑا سا وقت کاٹنے کے لئے ہم کتنے پیر پسارتے ہیں۔ اپنے آرام و سکون کے لئے دنیا کی بہتر سے بہتر چیز جائز و ناجائز طریقہ سے حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ صدیوں کے لئے سامان فراہم کرتے ہیں مگر پل کی خبر نہیں ہوتی۔ ہر دنیاوی شے کو جو ہمارے قبضہ میں ہوتی ہے اپنی ملکیت سمجھ بیٹھتے ہیں۔ یہ ہماری کتنی احمقانہ غلطی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے تمام دنیاوی چیزوں کے تصرف کا کچھ اختیار دے کر ہمیں اس کائنات میں بھیجا۔ اور بھیجتے وقت ہم سے یہ عہد لے لیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہونا اور اپنے اندر ذرا طاقت دیکھ کر یہ دھوکا نہ کھانا کہ جس طرح چاہو ان چیزوں پر قبضہ جما لو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ دراصل ہم اس دنیا کی رنگ رلیوں میں مگن ہو کر سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ ہمیں آخرت کے لئے ساز و سامان اکٹھا کرنے کی فرصت تک نہیں ملتی۔ جہاں ہم نے ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ ذرا سوچو کہ اگر کسی نے لاہور سے کراچی کچھ دنوں کے لئے جانا ہو تو اپنے آرام کے لئے ہر طرح کا سامان کچھ دن پہلے ہی اکٹھا کرنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن آخرت کے متعلق ہمیں ذرا بھی فکر نہیں کہ وہاں کیسے کام چلے گا بمطابق ارشاد باریتعالیٰ یہ انسان کتنا ظالم ہے کہ اپنی آخری منزل کے پُرکٹھن راستہ کی بابت جانتے ہوئے بھی کوئی زادِ سفر تیار نہیں کرتا اسے یہ بھی علم ہے کہ اُس سفر کے لئے کوچ کا نقارہ کسی وقت بھی بج سکتا ہے۔

پیارے بچو! بچپن ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق پیدا کرو اور ان کی بتائی ہوئی تعلیمات کو اپنا کر ان کو اپنی عادات میں شامل کر لو۔ اپنے اخلاق کو درست کرو۔ اس کی پہلی کڑی یہ ہے کہ سلام کو عام کرو۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ گزرنے والا بیٹھنے کو کرے اور کم لوگ زیادہ کو کریں۔ اخلاق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ عمر ہی چھوٹائی بڑائی کا فرق ظاہر نہیں کرتی بلکہ چھوٹا رشتہ رکھنے والا بڑا رشتہ رکھنے والے کو اور چھوٹے عہدہ یا مرتبہ والا بڑے عہدہ یا مرتبہ والے کو سلام میں پہل کرے۔ کم عزت والے کو چاہیے کہ زیادہ عزت والے کو سلام کہنے میں پہل کرے۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک عزت کا معیار زہد و تقویٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت ہے۔ اگر بڑے چھوٹوں کو سلام کہنے میں پہل کرتے ہیں تو یہ اُن کی بلند اخلاقی سمجھو اور سبق سیکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سلام کہنے میں پہل کرتے تھے۔

---

# بڑوں کا احترام

محمد ثانی حسنی

•

ہر چھوٹے پر لازم ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی عزت کرے، ان کا ادب و لحاظ رکھے۔ ان کے ساتھ بے ادبی، بدسلوکی اور بدزبانی سے پیش نہ آئے۔ ان کی خدمت کرنا اپنا فرض جانے، ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا اپنے اوپر حق سمجھے۔ بڑا خواہ عمر کے لحاظ سے ہو یا بزرگی اور علم کے لحاظ سے یا حیثیت اور مقام بلند ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اپنی جماعت سے باہر قرار دیا ہے۔ جو بڑوں کا ادب و لحاظ نہیں کرتا۔ اور دین کا علم رکھنے والوں کی عزت نہیں کرتا۔

## بڑا بھائی مثل باپ کے ہے

بڑے بھائی کا درجہ عزت و احترام اور حقوق کے لحاظ سے باپ کی طرح قرار دیا گیا ہے جو لوگ اپنے بڑے بھائی کا احترام نہیں کرتے گویا وہ اپنے والد کی نافرمانی کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

حق کبیر الاخوۃ علی صغیرھم حق الوالد علی ولدہٖ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ بڑے بھائی کا حق اپنے

(باقی صد۱ پر)

۱۸ اکتوبر ۱۹۶۶ء

۲۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

فون ۶۷۵۴۵
چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور بذریعہ چٹھی نمبری G / ۱۶۳۲۱ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بذریعہ چٹھی نمبری ۲۷۳۰T·B·C - ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء


# وقت کا فاتح

بڑوں بڑوں کا یہ عذر ہوتا ہے کہ وقت ساتھ نہیں دیتا اور سر و سامان اور اسباب کار فراہم نہیں۔ لیکن وقت کا عازم و فاتح اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وقت ساتھ نہیں دیتا تو میں اس کو ساتھ لوں گا۔ اگر سر و سامان نہیں تو اپنے ہاتھوں سے تیار کر لوں گا۔ اگر زمین موافق نہیں تو آسمان کو اترنا چاہئے۔ اگر آدمی نہیں ملتے تو فرشتوں کو ساتھ دینا چاہئے۔ اگر انسانوں کی زبانیں گونگی ہو گئی ہیں تو پتھروں کو چیخنا چاہئے۔ اگر ساتھ چلنے والے نہیں تو کیا مضائقہ؟ درختوں کو دوڑنا چاہئے۔ اگر دشمن بے شمار ہیں تو آسماں کی بجلیوں کی بھی کوئی گنتی نہیں اگر رکاوٹیں اور مشکلیں بہت ہیں تو پہاڑوں اور طوفانوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ راہ صاف نہیں کرتے۔ وہ زمانہ کا مخلوق نہیں ہوتا کہ زمانہ اس سے اپنی چاکری کرائے۔ وہ وقت کا خالق اور عہد کا پالنے والا ہوتا ہے۔ وہ زمانہ کے حکموں پر نہیں چلتا بلکہ زمانہ آتا ہے تاکہ اس کے جنبش لب کا انتظار کرے وہ دنیا پر اس لئے نظر نہیں ڈالتا کہ کیا کیا ہے جس سے دامن بھر لے وہ یہ دیکھنے کے لئے آتا ہے کہ کیا کیا نہیں ہے جن کو پورا کر دے اس کا مایۂ خمیر بخشش و نوال ہے طلب و سوال نہیں آج اگر کام ہے تو یہی کام ہے اور ڈھونڈ ہے تو اسی کی ——— وما ذالک علی اللہ بعزیز

مولانا ابو الکلام آزاد